(... اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ) (آل عمران: ۷۴) (... عَسٰۤی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا) (بنی اسرائیل: ۸۰)

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

الفضل لندن

مدیر اعلیٰ: رشید احمد چوہدری

جلد ۱ | جمعہ ۴ فروری ۹۴ء ۲۳ شعبان ۱۴۱۴ھ | شمارہ ۵

القرآن الحکیم

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ [۲۲]

"اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ اللہ یقیناً طاقتور (اور) غالب ہے۔" (المجادلہ ۲۲)

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آسمانی گواہی طلب کرنے کے لئے ایک دعا

اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال، قادر، قدوس، حی وقیوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے۔ تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے۔ تیرے قدرت کے کام کبھی رک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔ تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ "اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا" اور تو نے ہی مجھے کہا کہ "تو میری نظر میں منظور ہے میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں" اور تو نے مجھے فرمایا کہ "تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا" اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ "تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید" اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "میں نے لوگوں کی دعوت کے لئے تجھے منتخب کیا۔ ان کو کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں اور سب سے پہلا مومن ہوں"۔ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ "میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو تمام قوموں کے آگے روشن کر کے دکھلاؤں اور کوئی مذہب ان تمام مذہبوں میں سے جو زمین پر ہیں برکات میں، معارف میں، تعلیم کی عمدگی میں، خدا کی تائیدوں میں، خدا کے عجائب غرائب نشانوں میں اسلام سے ہمسری نہ کر سکے" اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا" مگر اے میرے قادر خدا۔ تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی دل آزار باتوں سے مجھے ستایا گیا اور میری نسبت یہ بھی کہا گیا کہ "حرام خور، لوگوں کا مال کھانے والا، وعدوں کا تخلف کرنے والا، حقوق کو تلف کرنے والا، لوگوں کو گالیاں دینے والا، عہدوں کو توڑنے والا، اپنے نفس کے لئے مال جمع کرنے والا اور شریر اور خونی ہے"۔ یہ وہ باتیں ہیں جو خود ان لوگوں نے میری نسبت کہیں جو مسلمان کہلاتے اور اپنے تئیں اچھے اور اہل عقل اور پرہیزگار جانتے ہیں۔ اور ان کا نفس اس بات کی طرف مائل ہے کہ درحقیقت جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ اور انہوں نے صدہا آسمانی نشان تیری طرف سے دیکھے مگر پھر بھی قبول نہیں کیا۔ وہ میری جماعت کو نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک ان میں سے جو بدزبانی کرتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے۔ سوائے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول ہوں اور جس سے ان کا ایمان قوی ہو اور وہ تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تو اپنے اس بندے کے ساتھ ہے اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھائی دے کہ جو ایک لحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی اور شمال و جنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے۔

(روحانی خزائن، جلد ۱۵، صفحہ ۵۰۷ تا ۵۰۹
ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵)

حضرت ثاقب زیروی کی اس نایاب نظم کا تعلق اعلان مصلح موعودؓ کے سلسلہ میں دہلی میں منعقد ہونے والے جلسہ سے ہے جو ۱۹۴۴ء میں "جہانگیر پارک" میں منعقد ہوا۔ ابھی صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ تلاوت فرما رہے تھے کہ فتنہ پردازوں نے پنڈال پر ہلہ بول دیا۔ مستورات کے پنڈال پر حملہ کرکے محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کو زخمی کیا۔ یہ ہنگامہ خیزی اور شورہ پشتی کا سلسلہ سارا دن چلا حتیٰ کہ پولیس کو اطلاع ہوئی۔ تھوڑا م ایک مجسٹریٹ آئے مگر فتنہ پردازوں کو منتشر کرنے سے معذرت کا اظہار کیا۔ اس پر قائد خدام الاحمدیہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے خصوصی ڈیوٹی پر متعین خدام کو یہ حکم دیا کہ شورہ پشتوں کو پارک

بقیہ صفحہ ۱۴ پر

مجھے یہ کفر بہتر ہے ترے اسلام سے توبہ

(ثاقب زیروی)

لے سن اسلام! دلی کے سفر کی داستان غم
بڑا پر ہول تھا ہنگامہ بے تاب کا عالم

ان آنکھوں سے بڑے دلدوز منظر دیکھ آیا ہوں
حقیقت کے سمجھنے کو بڑا سامان لایا ہوں

سکون یوں روند ڈالا نونہالان تعصب نے
مکدر کی فضا یوں خوش خصالان تعصب نے

فلک پر وہ مقدس روح بھی گھبرا گئی ہوگی
وہ صورت چاند سی یہ دیکھ کر شرما گئی ہوگی۔

تلاوت ہو رہی تھی بزم میں تھا وجد سا طاری
جبینیں خم تھیں اور آنکھوں سے اشک خون تھے جاری

کلام اللہ سے ہر اک شقاوت دھلتی جاتی تھی
محبت بھرتی جاتی تھی کدورت دھلتی جاتی تھی

یہ اسلام اور اسلامی وفا سے دور "احراری"
ہے جن کی موجزن ہر ایک رگ میں خون غداری

ہے جن کی "خاکساری" سے تکبر شرم سی کھائے
"اخوت" دیکھ کر جن کی حیا پہلو بدل جائے

نظر گستاخ و بے دید اور زبان میں اوپری تیزی
چلن شاہد کہ سب ہیں ماہرین فتنہ انگیزی

بھرے اجلاس میں بے باک دراتے ہوئے آئے
جنوں انگیز تیتے راگ برساتے ہوئے آئے

معاً غوغا سا برپا ہو گیا بزم شرافت میں
عجب اک ہاتھا پائی چھڑ گئی کذب اور صداقت میں

اسی پر بس نہیں یہ زخم خوردہ ذہنیت والے
یہاں سے ہو کے مستورات کے پنڈال پر جھپٹے

وہاں خدام کو زخمی کیا ہاں ان جوانوں کو
جو بے بس زخم کھا کر تک رہے تھے آسمانوں کو

جنہیں یہ حکم تھا "بس زخم کھاؤ اور دعائیں دو
خوشی سے وار جھیلو، مسکراؤ اور دعائیں دو"

وہ بھوکے شیر دل میں سو سو پیچ و تاب کھاتے تھے
وفور غیظ سے چہروں پر رنگ آتے تھے جاتے تھے

وہ تھے مجبور ورنہ یہ جوانان حسیں کیا تھے
شجاعت بھول کر پھٹکی نہیں جن کے قریں کیا تھے

یہ سارا دن اسی شور و شغب کے دور میں گزرا
یہاں تک اٹھ گیا ہر چیز سے خورشید کا پہرا

دریچے توڑ کر تنویر کے یوں شام در آئی
دھندلکا چھا گیا چاروں طرف ہر شکل گہنائی

دعاؤں پر ہوا اجلاس ختم اور یوں ہوا ارشاد
جواں جو مسکرا کر جھیلیں ہر اک قسم کی بیداد

وہ جاں پر کھیلنے کے واسطے میدان میں آئیں
حفاظت سے گھروں میں قوم کی ماؤں کو پہنچائیں

وہ بتلاویں ہمیں احمدؑ کے دیں پر مرنا آتا ہے
ہمیں ناموس کی اپنے حفاظت کرنا آتا ہے

یہ سن کر بزم اعداء میں معاً اک شور سا اٹھا
شجاعت کے دکھانے کا نیا اک داؤں یاد آیا

وہ جھپٹے عورتوں کی لاریوں پر شان و شوکت سے
بدل کر پینترے کرتب دکھائے خوب طاقت کے

مگر ایمان والوں سے تصادم ہو نہیں سکتا
وہ آئے غیظ میں بپھرے ہوئے لیکن ہوئے پسپا

پچھاڑا سینکڑوں کو اس طرح ان نوجوانوں نے
زمیں تو اک طرف دی داد ساتوں آسمانوں نے

یہ منظر دیکھ کر دوڑی شجاعت منہ دکھانے کو
کہ اب مردانگی راس آ نہیں سکتی زمانے کو

اگر اسلام کہتے ہیں صداقت کے مٹانے کو
اگر اسلام کہتے ہیں نہتوں کے ستانے کو

اگر اسلام یہ ہے مرد مستورات پر جھپٹیں
جواں کہلائیں ملک و قوم کی ناموس پر لپکیں

اگر اسلام قرآں سے تکدر پیدا کرتا ہے
مناجات محمدؐ سے تنفر پیدا کرتا ہے

اگر اسلام یہ ہے حق سے دل کو ضد سی ہو جائے
جہاں روشن فضائیں ہوں وہاں سے آنکھ کترائے

تو پھر اس مظہر خلق برائے نام سے توبہ
مجھے یہ کفر بہتر ہے ترے اسلام سے توبہ

(... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ) (آل عمران: ۷۴) (... عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) (بنی اسرائیل: ۸۰)

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن

جلد ۱ | جمعہ ۴ فروری ۹۴ء ۲۲ شعبان ۱۴۱۴ھ | شمارہ ۵

مکمل پتہ

۱۶۔ گریسن ہال روڈ ۔ لندن ۔ ایس ڈبلیو ۱۸ ۔ ۵ کیو ایل۔

16, Gressenhall Road, London. SW18 5QL. U.K

Phone/Fax.081.870.0919

دیکھو میرے دوستو!
اخبار
شائع ہوگیا
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ۹ فروری ۱۹۰۶ء)
[حروف ابجد کے مطابق مندرجہ بالا الہام کا حساب لگایا جائے تو سال ۱۹۹۴ء بنتا ہے]

اداریہ

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

دنیا کا اصول ہے کہ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟، آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ تو جو آپ بتائیں گے وہی مذہب یا عقیدہ آپ کا سمجھا جائے گا۔ مگر دنیا کی ریت سے ہٹ کر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک ایسا فیصلہ کیا جو دنیا کا بدترین فیصلہ کہلانے کا حقدار ہے اور اسلام جیسے خوبصورت مذہب پر بدنام ترین دھبہ ہے۔ ہماری مراد جماعت احمدیہ مسلمہ کو "غیر مسلم" قرار دینے والا فیصلہ ہے جو پاکستان اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں کیا اور جسے ضیاء الحق نے ۱۹۸۴ء میں ایک آرڈیننس کے ذریعہ نافذ کیا۔ چنانچہ پاکستان میں احمدی مسلمان خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے، اپنی مسجد کو "مسجد" کے لفظ سے یاد نہیں کر سکتے۔ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھیں یا اس کا بیج لگائیں تو سخت سزا کے مستحق گردانے جاتے ہیں۔ اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھیں تو پولیس پکڑ کر لے جاتی ہے۔ عید قربان پر قربانی کا جانور ذبح کریں تو مولوی شور مچاتے ہیں کہ انہیں پکڑ کر سخت سے سخت سزا دو تاکہ ایسی حرکت دوبارہ نہ کر سکیں۔ السلام علیکم کہنے پر نہ صرف مقدمات قائم کئے گئے بلکہ سربازار پیٹا بھی جاتا ہے۔ اسلامی اصطلاحات کے استعمال پر دیگر مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے لگتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا، نماز پڑھنا، درود شریف کا ورد کرنا، یہ سارے ایسے گھناؤنے جرائم ہیں کہ جن کی وجہ سے ان گنت مقدمات بے چارے احمدی مسلمانوں پر قائم کئے گئے اور ان جرائم کی سزا تین سال قید اور جرمانہ سے لے کر سزائے موت تک دی جا سکتی ہے۔ یہ سب ظلم اس لئے کہ احمدی ان کے نزدیک مسلمان نہیں اور اگر ان سے یہ فعل سرزد ہوں تو سزا موت یا جیل ہے۔

اب آئیں تصویر کا دوسرا رخ بھی تو دیکھیں کہ وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں اور حکومت نے ان کے اسلام پر مہر لگا رکھی ہے۔ ان کے "اسلام" کا کیا حال ہے اور کیا واقعی وہ سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہیں؟۔ ان میں تو ایسے اشخاص بھی ہیں جنہوں نے سرعام شراب پی کر نئے سال کو خوش آمدید کہا۔ وہ بھی ہیں جو جنہوں نے محافل عیش و طرب منعقد کیں اور سرعام بوس و کنار میں مصروف رہے۔ پھر وہ بھی ہیں جنہوں نے آتش بازی اور پٹاخوں پر بے پناہ دولت لٹا دی۔ وا اسلاماہ! یہ سب مسلمان ہیں۔ مسلمان کہلا سکتے ہیں اور ان کے اسلام پر کسی کو شک و شبہ نہیں۔ اسی پر بس نہیں، سو فیصد مسلمان آبادی والے اس ملک میں وہ لوگ بھی رہتے ہیں جو نئے سال کے دن ہی ڈنڈوں اور پتھروں سے کاروں اور املاک کو تباہ کر دیتے ہیں۔ پولیس پر پتھراؤ کرتے ہیں۔ بالآخر پولیس انہیں گرفتار کرتی ہے۔ تو ملک کی آٹھ دینی جماعتیں مطالبہ کرتی ہیں کہ انہیں فوراً چھوڑ دو ورنہ ملک بھر میں حکومت کے خلاف تحریک شروع کر دی جائے گی۔ کیونکہ یہ سب مسلمان ہیں اور ان کے کارنامے عین اسلامی ہیں۔

پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو خواتین سے اجتماعی زیادتی کرتے ہیں۔ انہیں سربازار ننگا ناچ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ پاکستان کے اخبارات ایسی خبروں سے بھرے پڑے ہیں مگر کوئی ملّا یا دینی راہنما ان کو "غیر مسلم" نہیں کہہ سکتا کیونکہ ان کا اسلام حکومت اور ملاں کے نزدیک مسلم ہے۔

اسی طرح ملک بھر میں مصروف قاتل، لٹیرے، ڈاکو، زانی، سمگلر، منشیات فروش، عصمت فروشی کا دھندا کرنے والے سبھی مسلمان کہلاتے ہیں اور مسلمان مانے جاتے ہیں۔ جس مسلم معاشرے کی اکثریت کا یہ حال ہو کہ بقول علامہ اقبال ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اس میں بھلا کوئی مسلمان کی کیا تعریف کرے گا؟۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے نمونہ سے نعوذ باللہ اس کی ادنیٰ سی جھلکی بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس اسلام کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خداموں سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔ اگر یہی اسلام ہے تو انہیں ہی مبارک ہو۔ ہمارے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا اسلام ہی کافی ہے اسی پر ہم جئیں گے اور اسی پر ہم مریں گے۔

زمین کا معانقہ

ربوہ پاکستان سے مولانا محمد منور صاحب لکھتے ہیں:۔

"خاکسار یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو نیروبی پہنچا تھا۔ خاکسار کے جانے سے پہلے حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب واپس قادیان تشریف لے جا چکے تھے۔ لیکن ان کا چرچا نیروبی میں اکثر ہوتا تھا۔ محترم چوہدری محمد شریف صاحب بی اے نے خاکسار کی موجودگی میں جماعت کی مجالس میں اس واقعہ کا کئی بار تذکرہ کیا کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب بہت بیمار ہوگئے۔ بیماری کی وجہ سے وہ کئی روز تک اس مقام پر کھڑے ہو کر عبادت نہ لا سکے جو انہوں نے پچھلی رات کی عبادت کے لئے مخصوص کی ہوئی تھی۔ صحت یاب ہونے پر اپنے کمرہ میں مقرر کردہ جگہ پر جب عبادت کے لئے کھڑے ہوئے تو ان پر ایک کشفی حالت طاری ہو گئی اور انہوں نے یہ نظارہ دیکھا کہ زمین کے اس ٹکڑے نے آپ سے معانقہ کیا ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ گویا جس طرح آپ نیم شبی نمازوں میں خدا کے حضور دعاؤں میں گزارنے کے لئے بے تاب تھے وہ زمین کا ٹکڑہ آپ کے لئے چشم براہ تھا اور آپ کے مقررہ عبادت کی جگہ پر واپس آتے ہی آپ کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔"

سید مسعود مبارک شاہ صاحب وفات پاگئے

انتہائی افسوس کے ساتھ احباب جماعت کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچائی جارہی ہے کہ گزشتہ جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب مورخہ ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۹۴ء کو پاکستان میں مکرم سید مسعود مبارک شاہ صاحب ناظر بیت المال (خرچ) وفات پاگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۱ جنوری کو مسجد فضل لندن میں نماز جمعہ اور عصر کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ آپ سلسلہ کے ممتاز خادم حضرت سید حضرت اللہ پاشا صاحب کے فرزند، حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کے پوتے اور حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ کے نواسے تھے۔ آپ نے ایک لمبے عرصہ تک سلسلہ احمدیہ کی خدمات اہم شعبوں میں انجام دیں۔ ایگریکلچر کالج فیصل آباد سے باغوں کے فن پر ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد آپ نے سندھ میں حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر بڑے بڑے باغات لگائے۔ آپ صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان میں نائب ناظر بیت المال (آمد)، سیکرٹری بہشتی مقبرہ اور ناظر بیت المال (خرچ) کے مقتدر عہدوں پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ماموں زاد بھائی اور ہماری یو کے جماعت کے ممبر عزیزم مکرم سید مطلوب احمد شاہ صاحب اور عزیزہ محترمہ عتیقہ فرید صاحبہ کے والد تھے۔

ادارہ الفضل سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر لواحقین سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام سے نوازے اور جملہ عزیزوں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ اللھم آمین۔

اُس مردِ خدا کیلئے اللہ سے دُعا مانگ

شبنم کی نمی مانگ نہ کرنوں کی ضیا مانگ
گلہائے عقیدت کے تبسم کی ادا مانگ
گر ذوقِ طلب ہے تو شب و روز دُعا مانگ
اللہ سے مانگ اور خلافت کی بقا مانگ
شیرازۂ ملت کی ہے بنیاد اخوت
ہر بندۂ مومن کے لئے صدق و صفا مانگ
جس شخص نے سینچا ہے محمدؐ کا گلستاں
اس مردِ خدا کے لئے اللہ سے دُعا مانگ
دُنیا کے لئے مانگ ہر اک نعمتِ دُنیا
اپنے لئے مانگے تو فقط صبر و رضا مانگ
گر تجھ کو نسیمؔ اپنا بھلا مدِّ نظر ہے
لازم ہے کہ ہر فرد کا دُنیا میں بھلا مانگ

نسیم سیفی

"الفضل انٹرنیشنل"
لندن
میں اشتہار دے کر
اپنے کاروبار کو فروغ دیجئے

اسلامی معاشرہ

(بشیر احمد رفیق)

مذاہب عالم میں صرف اسلام کو یہ خصوصیت ہے کہ اس نے زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح صالح اور پرامن معاشرہ کے قیام اور افزائش کے لئے بھی ایک جامع اور مکمل لائحہ عمل پیش کیا ہے۔

انسانی معاشرہ افراد کے باہمی تعلقات اور روابط کا نام ہے جو چند اصولوں اور قوانین کے تحت استوار ہوتے ہیں اور جن پر عمل پیرا ہونے سے انسانی معاشرہ میں امن و سکون اور باہمی محبت اور پیار کے جذبات نشوونما پاتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کی بنیادی اینٹ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو دل و جان سے تسلیم کرنا اور اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو درحقیقت قرآن مجید کی تفسیر وتشریح ہیں میں ایک متوازن، مکمل اور پر مسرت معاشرہ کا ڈھانچہ موجود ہے جو زندگی کے تمام معاشرتی پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ظاہر ہے کہ اس عالم کون و مکان کو عالم وجود میں اللہ تعالیٰ ہی لایا ہے اور تخلیق انسانی کے بعد تکمیل انسانیت بھی اس نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ تکمیل انسانیت کے لئے جو اصول و ضوابط اس نے مقرر کئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی انسانی دماغ یا ادارہ یا معاشرہ تجویز نہیں کر سکتا۔

آج سے قریباً پندرہ صدی قبل اس روحانی معاشرہ کی داغ بیل ایک ایسے علاقہ میں ڈالی گئی جہاں شرف انسانیت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ایک انسان کے دوسرے انسان پر کیا حقوق ہیں۔ عورت و مرد کے باہمی تعلقات کی کیا نوعیت ہے۔ بچوں کے اپنے والدین پر اور والدین کے اپنے بچوں پر کیا حقوق ہیں۔ ان باتوں سے وہ بالکل بے خبر تھے اور ایک قسم کی وحشیانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایسے وقت میں اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی روحانی معاشرہ نے جنم لیا۔ اور چند سالوں کے محدود وقت میں ان تعلیمات، قواعد وضوابط اور قوانین پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں نہ صرف اس علاقہ کی کایا پلٹ گئی بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں بھی ان اصولوں پر مبنی تہذیب و تمدن پہنچی وہاں مسرت و شادمانی، امن و سکون کا دور دورہ رہا۔

اسلام کا معاشرتی نظام

اسلام کا معاشرتی نظام، کیمونزم اور سوشلزم کی مانند صرف معاشیات پر ہی تہذیب انسانی کی بنیاد استوار نہیں کرتا اور نہ ہی یہ جدید مغرب کی طرح فرد کو حد سے زیادہ اہمیت دیتا ہے کہ معاشرہ خواہ فرد کے ہاتھوں پامال ہوتا رہے لیکن اس کی آزادی پامال نہ ہونے پائے۔ اس انفرادی آزادی کے بے لگام تصور نے سرمایہ دارانہ نظام زندگی کو جنم دیا۔ اس نظام پر مبنی معاشرہ میں غریب اور امیر کی تفریق نے باہمی جنگ و جدل اور فساد و خود غرضی کو جنم دیا۔ اور یہ اسی نظام کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا دو عظیم جنگوں کا شکار ہوئی اور لاکھوں افراد لقمہ اجل ہوئے۔

اسلامی معاشرہ اس کے برعکس اپنی اصلاح کی مہم کا آغاز فرد کی اصلاح سے کرتا ہے اور اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال پیدا کرتا ہے اور اسے جائز حدود وقیود کا پابند کرتا ہے۔ اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ وہ نہ تو لذت پرستی کا شکار ہو جائے اور نہ خود غرضی و خود پرستی میں حیوان کے درجہ تک پہنچ جائے۔

اسلامی معاشرہ الہام الٰہی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا اور اسوہ رسول کی پیروی اس کے دو بنیادی ستون ہیں جبکہ موجودہ یورپی نظام معاشرت کی بنیاد دہریت، مادیت، خود غرضی اور خود پسندی اور لذت پرستی پر استوار نظر آتی ہے۔ جدید یورپ درحقیقت قدیم یونان کا تہذیبی ورثہ ہے۔ جس کی بنیاد الہام سے انکار اور محض عقل کی بالادستی پر ہے۔ گویا موجودہ یورپ میں تہذیب و تمدن کا جو نظام ہمیں نظر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے انکار اور اس کے بنائے ہوئے قوانین سے فرار پر مبنی ہے۔

یورپ کی جدید تہذیب کا دعویٰ ہے کہ انسانی تہذیب و تمدن اور اخلاقی اقدار الہام الٰہی اور تعلیم آسمانی کی بندھنوں سے آزاد ہو کر بہتر طور پر پنپ سکتے ہیں۔ یورپ نے اپنی تہذیب و تمدن کو عقل، صنعت و حرفت اور معاشی استحکام کے نظریہ پر استوار کیا ہے۔ اس کے نزدیک کائنات کی سائنسی تسخیر اور معاشی استحکام ہی معاشرہ کو حقیقی خوشحالی سے ہمکنار کر سکتی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ یورپ کے ان نظریات سے اسے معاشی استحکام تو نصیب ہو گیا اور تسخیر کائنات کے پروگرام میں بھی اسے محیر العقول کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔ لیکن روحانیت سے فرار کے نتیجہ میں اس تہذیب نے بعض خوفناک عفریتوں کو بھی جنم دیا ہے۔ جو رفتہ رفتہ اس تہذیب کو جہنم میں دھکیل رہی ہے۔ رنگ و نسل کی تفریق، جرائم و مفاسد کی کثرت، خود غرضی و خود پسندی اور لذت پرستی کا طوفان، جنسی بے راہ روی اور نشہ آور مسکن ادویہ کا بے تحاشا استعمال، مے خواری و جوا بازی کے نتیجہ میں قومی بربادی عورت اور مرد کے تعلقات میں غیر متوازن رویہ غرضیکہ یورپی تہذیب نے ان مسائل کو جنم دے کر انسانی معاشرہ میں ایک عظیم فساد برپا کر دیا ہے۔ اس تہذیب نے گندے انڈوں کی افزائش اس حد تک شروع کی ہے کہ رفتہ رفتہ یہ مکمل خودکشی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ جنسی بے راہ روی کے نتیجہ میں آتشک، سوزاک اور ایڈز کے موذی مرض دن بدن ترقی پذیر ہیں۔ عورت اور مرد کے غیر متوازن تعلقات کے نتیجہ میں طلاقیں روز افزوں بڑھ رہی ہیں۔ گھروں کے ٹوٹنے کے نتیجہ میں نئی نسلیں تباہی کی راہ پر گامزن ہیں۔ لذت پرستی اور خود غرضی کے نتیجہ میں لاکھوں اسقاط حمل ہر سال ہوتے ہیں۔ رنگ و نسل کے امتیازات اس حد تک اس فلسفہ حیات کے نتیجہ میں پیدا ہو گئے ہیں کہ انسانی تاریخ میں انسان پر وارد ہونے والے مظالم کی نظیر نہیں ملتی۔ ساؤتھ افریقہ، امریکہ اور یورپ کے اکثر ممالک میں جدید تہذیب کے نتیجہ میں جو سلوک ہوا ہے اور ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ خاندانی زندگی جس پر ایک پر مسرت معاشرہ کی بنیاد ہے اور جو ایک صالح معاشرہ کی بنیادی اینٹ ہے اس کو اس لادینی اور مادی فلسفہ حیات نے درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔ حصول اطمینان اور امن و سکون کے لئے جن اجزاء کی ضرورت ہے یعنی قناعت پسندی، احترام انسانیت اور اعلیٰ روحانی اقدار، وہ اس معاشرہ سے یکسر نابود ہوتے جا رہے ہیں۔ اس سے ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مغربی اقدار رد کرنے کے لائق ہیں اور نہ ہی یہ بات درست ہے کہ مغربی تہذیب کلیتاً اسلامی اقدار کے مخالف ہے۔ یا اس کے بالمقابل کھڑی ہے۔ مغربی تہذیب میں ایسی باتیں بکثرت موجود ہیں جن پر اسلامی اور مغربی تہذیبوں کا اتصال ہوتا ہے۔ اور جو درحقیقت اسلام ہی سے مغرب نے اخذ کئے ہیں۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ جہاں جہاں مغربی تہذیب کا اسلامی تہذیب سے ٹکراؤ ہوتا ہے وہاں ان اقوام کو اسلامی نظام حیات کی برتری اور اس کے حسن کا احساس دلایا جائے۔

اس تمہید کے بعد اب ان دونوں تہذیبوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اسلام نے جو معاشرتی لائحہ عمل ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس کی بنیادی اینٹ خاندان کو قرار دیا ہے۔ خاندان کی تشکیل مرد و زن کے باہمی تعلقات کے توازن پر ہے۔ اسلام نے عورتوں اور مردوں کے دائرہ کار کو الگ الگ کر دیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ جب تک دونوں اصناف اپنے اپنے دائرہ میں کام کریں گے۔ ان کی معاشرتی زندگی پرامن اور پر مسرت رہے گی۔ ان دوائر کو فطرت پر استوار کیا گیا ہے۔ عورت کا فطری دائرہ کار جو اس کے لئے عین مناسب بھی ہے۔ وہ بچوں کی نگہداشت اور ان کی اعلیٰ تربیت اور انہیں مستقبل کے بہترین شہری بنانے کا دائرہ ہے۔ یہ کام اتنا عظیم ہے کہ قوموں کی بقاء کا دارو مدار اس پر ہے۔ نئی نسل کی اعلیٰ تربیت صحیح رنگ میں نہ ہو تو قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ جنگ عظیم اول اچانک برطانیہ کے سر پر آن پڑی تھی۔ برطانوی قوم اس کے لئے تیار نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برطانیہ نے اپنی نوجوان نسل کو اس کی تعلیم و تربیت کی پروا کئے بغیر جنگ میں جھونک دیا۔ اور یوں اس نسل کی ہلاکت کی وجہ سے اس کی قومی ترقی میں ایک پوری نسل کا خلاء پیدا ہو گیا۔ کالجوں اور سکولوں کے طلباء میدان جنگ میں لقمہ اجل بن گئے۔ یوں، برطانیہ نے جنگ تو جیت لی لیکن اس ایک نسل کے غائب ہو جانے کے نتیجہ میں پوری برطانوی سلطنت کی صف لپیٹ دی گئی اور برطانوی سامراج سکڑتے سکڑتے صرف جزائر برطانیہ تک محدود ہو کر رہ گیا۔

اسلام اس بات کی اہمیت کو بخوبی سمجھتا ہے کہ نئی نسل کی تربیت کا کلیتاً دارومدار ماں پر ہے۔ ماں زیور تعلیم سے آراستہ ہو گی۔ کمانے اور رزق کے حصول کے جھگڑوں سے فارغ ہو گی تو نئی نسل کی تربیت بھی اعلیٰ رنگ میں کر سکے گی۔ گویا تربیت اولاد کا اہم کام ایک ہمہ وقتی کام ہے۔ یہ کام جز وقتی طور پر نہیں ہو سکتا۔

اسلام نے فطری تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت کو اس بات کا مکلف نہیں کیا کہ وہ باہر جا کر کمائی کرے اور زیادہ وقت گھر سے باہر گزارے۔ مرد کے دائرہ کار میں یہ بات رکھ دی گئی ہے کہ وہ خاندان کے لئے قوت لایموت کا انتظام کرے۔ اور عورت کو کلیتاً نئی نسل کی افزائش اور تربیت کے لئے آزاد کرے۔ سوائے ان استثنائی صورتوں کے جہاں عورت کو مجبوراً گھر کی کفالت کا انتظام بھی سنبھالنا پڑتا ہے۔

یورپ نے عورت کو کمائی پر لگا کر ممکن ہے معاشی طور پر ترقی کی ہو لیکن عورت کے دائرہ کار میں دخل دے کر اپنی نئی نسل کو تباہی کے راستہ پر ڈال دیا ہے۔ مرد و عورت دونوں جب کام پر جائیں گے تو قدرتاً دونوں کام سے شام کو گھر لوٹتے ہیں جبکہ بچے سکولوں سے جلدی فارغ ہو کر گھر آ جاتے ہیں اور گھروں میں ماں باپ کو نہ پا کر گلی کوچوں میں نکل جاتے ہیں اور عدم نگرانی کے نتیجہ میں بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پھر ماں جب کام سے فارغ ہو کر شام کو گھر لوٹتی ہے تو اس قدر تھکن کا شکار ہوتی ہے کہ اس کے لئے بچوں کی نگہداشت ناممکن ہو جاتی ہے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ یورپی تہذیب گھر کو معاشی استحکام نصیب کرنے کی جدوجہد تو کرتی ہے لیکن جن کے لئے اس استحکام کی ضرورت ہے یعنی اولاد ان کو گندے انڈوں کی طرح گھر سے پھینک دیتی ہے۔

اسلامی معاشرہ کا سب سے اہم اور عظیم کام جو ماں کی تربیت کے نتیجہ میں ہی انجام پذیر ہوتا ہے، وہ تربیت اولاد ہے۔ اولاد اچھی ہو گی تو معاشرہ بھی اچھا ہو گا۔ اسلام نے اولاد کی تعلیم و تربیت پر اس قدر زور دیا ہے کہ مرد و زن کو اس بات کی تنبیہ بار بار کی ہے کہ بچوں کی تربیت سے لاپرواہی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اور انہیں اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔

اس کے برعکس مغربی معاشرہ چونکہ فلسفہ خود غرضی اور لذت پرستی پر مبنی ہے۔ اس لئے اس کے نتیجہ میں گھروں میں فساد برپا ہو رہا ہے اس سے بچے بھی بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ اس تہذیب کے زیر اثر پرورش پانے والے بچے ہمہ وقت اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ اس معاشرہ میں اسقاط حمل کی روز افزوں کثرت نئی نسل کے ذہنوں میں یہ بات پختہ طور پر قائم کرتی ہے کہ ان کے والدین ان کے اس جہاں میں لانے کے سلسلہ میں خواہش مند نہیں تھے۔ بلکہ وہ توانہیں ضائع تک کرنے پر آمادہ تھے۔ پھر کثرت سے مانع تولید ادویات کا استعمال بھی نئی نسل کی سوچ کو متاثر کرتا ہے۔ ان کے ذہنوں میں یہ احساس اجاگر ہوتا رہتا ہے کہ ہمارے والدین اپنی لذت پرستی کو ہی ہماری بقا پر ترجیح دیتے ہیں۔ انہیں اپنی عیش و عشرت سے سروکار ہے۔ اور وہ ہرگز اس غرض سے شادی بیاہ کے بندھنوں میں داخل نہیں ہوتے کہ اس کے نتیجہ میں صالح نسل پیدا ہو۔ یورپ و امریکہ کی نئی نسلوں میں ذہنی انتشار، نشوں کا بے محابا استعمال، جنسی بے راہ روی اور مادر پدر آزادی اسی عدم تحفظ کا نتیجہ ہے۔ حال ہی میں یہ روح فرسا مناظر بھی ہمارے سامنے آئے ہیں۔ کہ اسقاط حمل سے بچ جانے والے بچے اپنے گھروں میں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ Child Abuse کی وباء اور اس کی کثرت نے مہذب دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ جس گھر میں خود گھر کے افراد اپنے معصوم بچوں کو جنسی ہوس کا نشانہ بنائیں وہاں بچوں کی آئندہ زندگی میں جو خوفناک اثرات مرتب ہونگے اس کا اندازہ ہر ذی فہم شخص لگا سکتا ہے۔ برطانیہ میں شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۹ء میں جو بچے والدین کی جنسی اور دیگر مظالم کا شکار ہوئے ان کی تعداد ۱۹۸۸ء سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی رپورٹ کے مطابق بچوں پر جنسی مظالم میں ۲۲ ٪ اضافہ ہوا ہے۔ اسی رپورٹ میں درج ہے۔

بچوں پر جنسی حملوں کے جو اعداد و شمار ملے ہیں ان میں ان میں سے ۲۵ فیصد ان کے اصلی باپ، ۲۳ فیصد میں ان کے بھائی یا دیگر رشتہ دار، ۲۰ فیصد چچا ماموں، ۲ فیصد اصلی مائیں یا والدین قصور وار ہیں۔

اس رپورٹ کے مطابق یہ سفاکی اور بہیمیت علاوہ اور باتوں کے گھروں میں فساد کا نتیجہ ہے۔

ہماری نئی اور نوجوان نسل جو ان ممالک میں پروان چڑھ رہی ہے اس وقت ایک دوراہے پر کھڑی ہے۔ ایک طرف انہیں مغربی تہذیب کی چکاچوند، بے راہ روی اور مادر پدر آزادی دعوت دے رہی ہے کہ بلا خوف و خطر ہر بات جس کی معاشرہ اجازت دیتا ہے کر گزرو اور دوسری طرف اسلامی اقدار اور طرز معاشرت ہے۔ جس میں اگرچہ ان پر بعض پابندیاں عائد ہوتی ہیں لیکن یہ وہ طرز معاشرت ہے جو انہیں امن و سکون اور پر مسرت معاشرہ دے سکتا ہے۔ ان کے اذہان ان دو مختلف تہذیبوں کے ٹکراؤ سے پریشان رہتے ہیں اور مغرب اپنے ذرائع ابلاغ کو کام میں لا کر ان کے اذہان کو دہریت، لادینی فلسفہ حیات، لذت پرستی اور تن آسانی و خود غرضی کے جہنم میں دھکیلتا رہتا ہے۔ اگر ہم نے اپنے گھروں میں ایک اعلیٰ مثالی معاشرہ قائم نہ کیا اور ان کے ذہنوں کو مغرب سے متاثر ہونے دیا تو اس کا جو انجام ہو گا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان معصوم ذہنوں کو اسلام کی اقدار سے پوری طرح روشناس کرائیں اور ایسا کرتے وقت حکمت سے کام لیں۔ ان کے سوالات پر برہمی کا اظہار کرنے کی بجائے ان کے جوابات ایسے رنگ میں دئے جائیں جو ان کے ضمیر کو کلیتاً مطمئن کر سکیں۔

یورپین تہذیب نے ایک اور خوفناک عفریت کو نہ صرف جنم دیا ہے بلکہ اس کی پرورش کی اور اس کی مکمل حوصلہ افزائی کی ہے۔ وہ رنگ و نسل

بقیہ صفحہ ۱۴ پر

OLMAN
FOODS
BUYING GROUP FOR GROCERS AND C.T.N SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE:
081 478 6466
081 553 3611

جماعت احمدیہ دہلی کے سنہری دور کی ایک جھلک

اس دور کے بعض مجاہدین فی سبیل اللہ کا ذکر خیر

(مسعود احمد خان ۔ فرینکفورٹ)

تقسیم برصغیر سے پہلے کی جماعت احمدیہ دہلی بعض بہت ہی بزرگ اور مخلص وفدائی ہستیوں پر مشتمل تھی ۔ کیامرد وخواتین اور کیا بچے اور بچیاں سب ہی صدق و وفااور اخلاص کے پتلے تھے۔ اور تھے بھی ایک خاندان کے افراد کی طرح اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے سے انس و محبت کا تعلق رکھنے والے ۔ اس دور سعادت آثار کی آخری یادگار محترم مولوی عبد المجید صاحب ۹۰ سال کی عمر پاکر ۱۷ مئی ۱۹۹۳ء کو کراچی میں وفات پاگئے ۔ ان کی وفات کی خبر مجھے لندن سے آمدہ اپنے ایک عزیز کے ٹیلیفونی پیغام کے ذریعے ملی۔ اس اندوہناک خبر پر میں دل پکڑ کر رہ گیا۔ اسی عالم دل گرفتگی میں غیر مبدل ابدی صداقت پر مشتمل قرآنی آیت انا للہ و انا الیہ راجعون بے ساختہ زبان سے ادا ہوئی۔ پھر کسی قدر توقف کے بعد غالب کا یہ شعر (خفیف سے تصرف کے ساتھ) زبان پر آئے بغیر نہ رہا۔ ؎

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اس دور یادگار کی اس آخری یادگار کے اس جہان سے اٹھ کر اس جہان میں جابسیرا کرنے کی خبر سن کر اول سے آخر تک کے واقعات شنیدہ و دیدہ پر مشتمل اس دور قدیم کی جماعت احمدیہ کی پوری تاریخ ایک لامتناہی فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے سے گزرنے لگی۔ اللہ اللہ کیسی نادر روزگار اور مایہ صد افتخار واجب الاحترام ہستیاں تھیں جو اول روز سے جماعت احمدیہ دہلی کو نصیب ہوئیں اور جنھوں نے ہندوستان کے اس تاریخی شہر کی فضاؤں میں ندائے حق بلند کر کے فریضہ تبلیغ اس جذبہ وجوش سے ادا کیا کہ اشاعت حق کا حق ادا کر دکھایا۔ تقسیم برصغیر تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کی یکے بعد دیگرے تین نسلیں جوان ہو کر اپنے اپنے وقت پر خدمت کے میدان میں معروف عمل ہو چکی تھیں۔ اس تمام عرصہ کے دوران جماعت احمدیہ دہلی پر بھی تین دور آئے اور ان تینوں ادوار میں علی الترتیب تین نسلوں نے تعلیم و تربیت اور تبلیغ ہدایت کے میدان میں اپنے اپنے طریق پر جدوجہد وعمل اور کاوش مسلسل کے خوب خوب جوہر دکھائے اور آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لئے ایسے روشن و درخشندہ نشان راہ چھوڑے جن کی مدد سے وہ غلبۂ اسلام کی منزل کی طرف پوری پامردی اور کامیابی کے ساتھ بڑھ سکیں۔

پہلا دور صحابہ کا دور تھا ان میں حضرت سید میر ناصر نواب صاحب دہلوی (آپ اگرچہ قادیان میں سکونت پذیر تھے لیکن وہاں سے گاہے بگاہے اپنے وطن تشریف لاتے رہتے تھے)، حضرت میاں عبدالعزیز صاحب دہلوی، حضرت مرزا محمد شفیع صاحب دہلوی اور حضرت میر قاسم علی صاحب کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولوی محمود حسن خان صاحب خلف الرشید حضرت حافظ وزیر محمد خان محب اللہ شاہ سجادہ نشین دہلی کو بھی ان میں شامل سمجھنا چاہئے اس لئے کہ وہ تھے تو دہلی ہی کے رہنے والے لیکن بسلسلہ ملازمت پٹیالہ میں مقیم تھے اور پٹیالہ سے دہلی آتے رہتے تھے۔ اس دور کے اواخر میں میرے والد حضرت محمد حسن آسان ابن حضرت مولوی محمود حسن خان بھی مستقل سکونت کے لئے پٹیالہ سے دہلی واپس آ گئے تھے۔ وہ اس وقت جوانی کے دور میں قدم رکھ رہے تھے۔ یہ ابتدائی دور میں میری پیدائش سے بہت پہلے کا دور تھا۔ بعد میں حضرت والد صاحب نے متعدد بار ہمیں وہ مکان دکھائے جن میں مذکورہ بالا بزرگ ہستیاں ایک زمانہ میں رہائش پذیر تھیں۔ ہم ان مکانوں کو بڑی عقیدت سے دیکھا کرتے تھے اور بارہ دری حضرت خواجہ میر درد میں واقع حضرت سید میر ناصر نواب صاحب کے ایک آبائی مکان میں تو ہم ازراہ عقیدت کرایہ پر کچھ عرصہ مقیم بھی رہے۔

دوسرا دور بعض صحابہ اور تبع تابعین کا دور تھا۔ ان میں سے حضرت بابو اعجاز حسین صاحب دہلوی، حضرت محمد حسن آسان دہلوی، شیخ غلام حسین صاحب لدھیانوی، حضرت حاجی محمد صدیق صاحب پٹیالوی، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، محترم ڈاکٹر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی، محترم شیخ محمود حسین صاحب دہلوی ڈسپنسر، محترم بابو اکبر علی صاحب، محترم میر مہدی حسین صاحب و میر انتظار حسین صاحب آف بریلی، محترم مولوی عبدالحمید صاحب، محترم مولوی عبدالمجید صاحب، محترم منشی برکت علی صاحب، محترم حافظ عبدالسلام صاحب، محترم فضل محمد خان صاحب، محترم حاجی نصیر الحق صاحب، محترم مرزا محمد حسین صاحب، محترم شیخ اعجاز احمد صاحب، اور محترم چوہدری بشیر احمد صاحب کاہلوں خدمت کے میدان میں بہت پیش پیش تھے۔ ان سب حضرات اور ان کے ساتھ بے شمار دوسرے احباب کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تعلیم و تربیت اور دعوت الی اللہ کے میدانوں میں اہم خدمات بجا لانے اور کارہائے نمایاں سر انجام دینے کی توفیق ملی۔ دوسرے دور میں حضرت بابو اعجاز حسین صاحب شروع شروع میں امیر جماعت تھے۔ جنرل سیکرٹری کا عہدہ حضرت محمد حسن آسان دھلوی کے پاس تھا۔ حضرت بابو اعجاز حسین صاحب بڑی شان کے بزرگ تھے۔ بہت فراخ حوصلہ، سخی و فیاض اور سب کے ہی ہمدرد و غم خوار۔ بحیثیت امیر جماعت ادب واحترام اور محبت وعقیدت کے لحاظ سے ایک رنگ میں باپ کا درجہ حاصل تھا۔ خدا کے فضل سے تھے بھی متمول و مرفع الحال۔ اس لئے ہر کسی کا ہر رنگ میں بہت خیال رکھتے تھے۔ ہر کسی کی تکلیف کو اپنی تکلیف خیال کرتے اور اس کے ازالہ کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔ قرض دے کر کبھی واپسی کا مطالبہ نہ کرتے تھے البتہ قرض دیتے وقت یہ تسلی ضرور کر لیتے کہ قرض لینے والا واقعی حاجت مند ہے اور فریب نہیں دے رہا۔ اس کے بعد کسی مقروض نے رقم واپس کر دی تو سبحان اللہ اور اگر کوئی بے چارہ واپس نہ کر سکا تو بھی الحمد للہ۔ وہ اسی میں خوش رہتے تھے کہ ان کی دی ہوئی رقم کسی کے کام آ کر ٹھکانے لگی۔ بلا استثناء وہ جماعت کے تمام افراد کو اپنے ہی خاندان کے افراد تصور کرتے تھے۔ ان کے گھر میں شادی بیاہ، بسم اللہ اور آمین وغیرہ کی کوئی بھی تقریب ہوتی تو وہ صرف چیدہ افراد کو ہی نہیں بلکہ ساری جماعت کو ضرور مدعو کرتے اور سب کی خاطر مدارت کر کے بہت خوش ہوتے۔

تیسرا دور ان کی وفات کے بعد بیسویں صدی کی تیسری دھائی کے وسط میں شروع ہوا جو ۱۹۴۷ء میں تقسیم برصغیر تک جاری رہا۔ اس تیسرے دور میں حضرت بابو اعجاز حسین صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند محترم بابو نذیر احمد صاحب امیر جماعت تھے۔ اس دور میں اگرچہ آگے چل کر جماعت کے دور دور تک پھیلاؤ کی وجہ سے نئی دہلی کی علیحدہ جماعت محترم حافظ عبدالسلام صاحب کی امارت میں منظم ہو چکی تھی۔ تاہم پرانی دہلی اور نئی دہلی کی جماعتیں تنظیمی لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ہونے کے باوجود قریبی روابط کے باعث باہم دگر ایک ہی تھیں۔

دوسرے اور تیسرے دور میں جن ہستیوں کو بڑھ چڑھ کر خدمات بجالانے کی توفیق ملی یوں تو ان میں سے ہر خوش نصیب ایک دوسرے سے بڑھ کر تھا تاہم ان میں دو جوان رعنا اور اپنے اپنے رنگ میں یگانہ بھائی عبدالحمید اور عبدالمجید خاص طور پر بہت نمایاں ہو کر سامنے آئے۔ بڑے بھائی مولوی عبدالحمید صاحب سالہا سال جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری تبلیغ کی حیثیت سے بہت سرگرمی اور تندہی سے خدمات بجالاتے رہے۔ مذہبی کتب کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ تبلیغی ٹریکٹ لکھنے، انہیں شائع اور تقسیم کرانے میں نیز تبلیغی جلسے کرانے اور ان میں جا جا کر تقریریں کرنے میں وہ ہمہ وقت معروف رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ عیسائیوں، آریوں، سناتن دھرمیوں نیز بہائیوں وغیرہ کے ساتھ مناظروں میں ابتداءً مولوی عمرالدین صاحب اور پھر حضرت محمد حسن آسان جماعت کی طرف سے پیش پیش ہوتے اور آئے دن میدان مار رہے ہوتے۔ بعض اہم مواقع پر حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس، حضرت مولانا ابو ا... ء صاحب، محترم مولوی نذیر احمد صاحب ملتانی، محترم مہاشا محمد عمر صاحب اور محترم گیانی واحد حسین صاحب بھی مرکز سلسلہ سے تشریف لا کر مناظروں میں جماعت کی طرف سے پیش ہوتے۔ یہ ایسے معرکے کے مناظرے ہوتے کہ پورے شہر میں جماعت کی دھاک بیٹھ جایا کرتی تھی۔ محترم مولوی عبدالحمید صاحب نے سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد گھانا (مغربی افریقہ) میں کئی سال تک مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حیثیت سے خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔ بعد ازاں وہ جماعت احمدیہ کراچی میں آخری سانس تک سرگرم عمل رہے اور ہر ممکن خدمت بجالانے کی حالت میں ۸۹ سال کی عمر میں ۱۹۹۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انہوں نے بحمد اللہ تعالیٰ خدمت وفدائیت کا بہت شاندار ریکارڈ بطور یادگار اپنے پیچھے چھوڑا۔

محترم مولوی عبدالمجید صاحب نے جماعت احمدیہ کے دوسرے اور تیسرے دور میں بہت طویل عرصہ تیسرے دور کے اختتام تک سیکرٹری تعلیم و تربیت کی حیثیت سے بنیادی نوعیت کی بہت اہم خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے احمدی بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کا فریضہ کمال تندہی سے اس زمانہ میں سرانجام دیا جبکہ ابھی خدام الاحمدیہ کی تنظیم معرض وجود میں نہ آئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں دیگر افراد کے علاوہ بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے انتظام و انصرام کی تمام تر ذمہ داری والدین کے بعد جماعت کے سیکرٹری تربیت کے سپرد ہوتی تھی۔ وہ باقاعدہ ایک تفصیلی منصوبے اور پروگرام کے تحت اس ذمہ داری کو بہت خوش اسلوبی سے نبھاتے رہے۔ میں خود اور میرے دوسرے بھائی ان لوگوں میں شامل ہیں جن کے بچپن اور پھر جوانی کے زمانہ میں محترم مولوی عبدالمجید صاحب نے ان کی دینی تربیت بہت محنت، دلی لگن اور جاں فشانی سے کی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ محترم مولوی عبدالمجید صاحب ہر اتوار کو ایک یا دو معاونین کے ہمراہ سائیکل پر سفر کرتے ہوئے دہلی اور نئی دہلی کے ایک ایک احمدی گھرانے میں جاتے، بچوں کو بلا کر ان سے نمازیں باقاعدگی سے ادا کرنے کے بارہ میں دریافت فرماتے۔ نیز قرآن مجید کی جو سورتیں، قرآنی دعائیں اور درثمین کی نظمیں یاد کی ہوتیں وہ بچوں سے سنتے نیز مزید سورتیں، دعائیں اور درثمین کی نظمیں یاد کرنے کی تلقین فرماتے۔ انہوں نے ایک بہت تفصیلی چارٹ بنایا ہوا ہوتا تھا اس میں ہر بچہ کی کارکردگی اور رفتار ترقی درج فرماتے جاتے تھے۔ اتوار کا دن ہفتہ میں تعطیل کا ایک ہی دن ہوتا تھا اور وہ بھی احمدی بچوں کی تربیت کی خاطر سائیکل کے طویل سفر کی نذر ہو جاتا تھا۔

محترم مولوی عبدالمجید صاحب اپنے بڑے بھائی محترم مولوی عبدالحمید صاحب کی طرح انگریزی محاورہ کی رو سے "سیلف میڈ" یعنی خود ساختہ وپرداختہ تھے۔ مراد یہ ہے کہ خود اپنی محنت اور کوشش سے اپنے آپ کو مفید وجود بنانے اور دوسروں کو فیض پہنچانے والے انسان۔ انہوں نے بھی اس زمانہ کے متوسط گھرانوں کے نوجوانوں کے طریق کے مطابق میٹرک پاس کرنے کے بعد ایک سرکاری دفتر میں کلرک کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ وہ سنٹرل پی ڈبلیو ڈی کا دفتر تھا۔ ذاتی تحقیق کے نتیجہ میں دونوں بھائیوں نے پورے انشراح کے ساتھ جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی اور پھر پوری استقامت کے ساتھ اس حال میں حق پر قائم رہے کہ والد احمدیت کے مخالف تھے اور آخر دم تک مخالف ہی رہے۔ ان کی ضعیفی میں انہیں اپنے ہاں رکھ کر ان کی خدمت کرنے میں دونوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دونوں نے دفتر کے فرائض میں دیانت دارانہ انہماک اور غیر معمولی جماعتی مصروفیات کے باوجود مزید تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مولوی عبدالحمید صاحب نے منشی فاضل کا امتحان پاس کر کے فارسی میں مہارت حاصل کی۔ اور پھر تمام عمر دینی علوم کی تحصیل میں لگے رہے۔ مولوی عبدالمجید صاحب مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے عربی کے فاضل بنے اور اس کے بعد بی۔اے پاس کر کے گریجوایشن تک اپنی تعلیم مکمل کی۔ قرآن مجید، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اسی لئے آپ کا قرآن مجید کا درس بہت پر مغز اور پر معارف ہوتا تھا۔ جماعت کے ہفتہ واری اجلاسوں میں جو بالعموم احمدیہ دارالمطالعہ میں منعقد ہوتے تھے ہم سب ان کے درس قرآن سے بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔ دفتر میں اپنی محنت، سلیقہ شعاری اور دیانتداری کے خصوصی اوصاف کی وجہ سے محترم مولوی عبدالمجید صاحب کلرکی سے ترقی کرتے کرتے سنٹرل پی ڈبلیو ڈی میں ایڈمنسٹریٹو آفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے اور اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے ادا کر کے بہت نیک نامی اور عزت سے ریٹائر ہوئے۔ آپ بہت نستعلیق عادات رکھنے والے، نفاست پسند، خوش شکل، خوش وضع، خوش اطوار اور خوش پوش و خوش لباس واقع ہوئے تھے۔

دونوں بھائیوں میں جماعت احمدیہ میں شمولیت کے بعد تقویٰ کے بنیادی وصف کے زیر اثر ایمانداری اور دیانتداری کے اوصاف اس طرح رچ بس گئے تھے کہ کام دین کا ہو یا دنیا کا ان کی انجام دہی کے دوران قدم قدم پر دونوں اوصاف اپنا اثر دکھا رہے ہوتے۔ اسی لئے دونوں بھائی جس سرکاری دفتر میں ملازم تھے اس میں بہت نیک نام اور افسروں کی نگاہوں میں بھی بہت واجب الاحترام تھے۔ اس کا مجھے ذاتی طور پر اس وقت علم ہوا جب میں ۱۹۴۰ء میں بی۔ اے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا میں اکاؤنٹنٹ جنرل سنٹرل ریونیو کے دفتر میں ملازم ہوا۔ اگرچہ محترم عبدالمجید صاحب اور محترم عبدالحمید صاحب نے اس دفتر میں کبھی کام نہ کیا تھا لیکن دونوں کی نیک نامی اور ذات گرامی کی صدائے بازگشت ایک روز اس دفتر میں بھی اس شان سے گونجی کہ سب تعریف کئے بغیر نہ رہے۔ جب میں اکاؤنٹنٹ جنرل سنٹرل ریونیو کے دفتر میں ملازم ہوا تو وہ جنگ عظیم دوم کا زمانہ تھا۔ جنگ کی وجہ سے دفاتر میں کام بہت بڑھ چکا تھا۔ نئے بھرتی ہونے والوں میں سے اکثر نوجوان کام کی بھرمار سے تنگ آ کر ڈنڈی مار جایا کرتے تھے اور صحیح چیکنگ کے بغیر اکاؤنٹس پر سرسری نگاہ ڈال کر کام نمٹا دیا کرتے تھے۔ اور اوقات کار ختم ہونے سے کچھ پہلے ہی یہ جا اور وہ جا کا تانتا بندھ جاتا اور دیکھتے ہی دیکھتے سب کے چمپت ہو جانے سے دفتر خالی ہو جاتا۔ بعد میں جب افسران ان کی غلطیاں پکڑتے تو بہت ڈانٹ

بقیہ صفحہ ۱۴ پر

M.A.AMINI
TEXTILES

SPECIALISTS IN:
FABRIC PRINTING
PRINTED CRIMPLENE
90" PRINTED COTTON
QUILT COVERS
PRAYER MATS, BEDDING
BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL
108 HARRIS STREET
BRADFORD BD1 5JA
TELEPHONE: 0274 391832
81/83 ROUNDHAY ROAD,
LEEDS, LS8 5AQ
TELEPHONE: 0532 48188
FAX NO. 0274 720214

دیکھو اور سنو!

اب تو زمین کے کنارے بھی بول اٹھے ہیں!

عطاء المجیب راشد ۔ لندن

۲۴ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۹۳ء کے دن بھی تاریخ احمدیت میں یادگار دنوں کے طور پر درج ہونگے۔ کیونکہ ان دونوں دنوں میں عالمگیر جماعت احمدیہ کے محبوب امام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو خطبہ جمعہ اور خطاب فرمایا وہ ماریشس کی سرزمین سے تھا۔ یوں تو ساری دنیا ہی آپ کے مخاطب تھی لیکن بطور خاص جو لوگ آپ کے مخاطب تھے وہ قادیان دارالامان میں منعقد ہونے والے جلسہ سالانہ کے شرکاء تھے۔ اکناف عالم سے جمع ہونے والے بارہ ہزار عشاق احمدیت کی یہ سعادت تھی کہ ہزاروں میل کے فاصلہ سے حضور انور نے ایم۔ ٹی۔ اے کے مواصلاتی نظام کے ذریعہ ان سے خطاب فرمایا اور دنیا بھر کے لاکھوں فرزندان احمدیت نے بھی اس سعادت سے حصہ پاتے ہوئے اپنے محبوب آقا کے خطاب کو سنا اور اس ساری کاروائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس لحاظ سے قادیان کا یہ گزشتہ جلسہ ایک تاریخی اور یادگار جلسہ تھا کہ ہزاروں میل کے ظاہری فاصلوں کے باوجود "مسلم ٹیلیویژن احمدیہ" کے عالمگیر نظام کے ذریعہ، حضور انور نے ماریشس سے قادیان کے شرکاء جلسہ کو براہ راست خطاب فرمایا اور ساری دنیا نے بھی اس سے استفادہ کیا۔

دنیا بعض واقعات کو اتفاقات سے تعبیر کرتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب کاموں کے پیچھے خدا تعالیٰ کا دست قدرت کار فرما ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخفی تقدیر اپنے وقت کے موعود پر ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہی بات حضور انور نے اپنے ۲۶ دسمبر والے خطاب میں بیان فرمائی۔ آپ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے یہ عجیب تصرف فرمایا کہ (یعنی دسمبر ۱۹۹۲ء میں) جب پہلا عالمی جلسہ سالانہ قادیان منعقد ہوا جس میں حضور انور نے ایم ٹی اے کے ذریعہ براہ راست خطاب کے ذریعہ شرکت فرمائی تو وہ لندن میں منعقد ہوا جہاں قادیان سے آنے والے پہلے مبلغ اسلام وارد ہوئے تھے۔ اور اب دوسرا عالمی جلسہ سالانہ قادیان ماریشس میں منعقد ہوا جہاں قادیان سے آنے والے دوسرے مبلغ اسلام کی آمد ہوئی تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت خاص نے ماریشس کو ایک خصوصی اور تاریخی اعزاز عطا فرمایا ہے۔

اس زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو خلعت ماموریت سے نوازا اور خدائی اذن سے آپ نے بیعت کا سلسلہ شروع فرمایا اور جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ قادیان کی بستی کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ ایسی گمنام بستی تھی کہ جو لوگ وہاں جانے کی نیت سے نکلتے ان کو وہاں تک پہنچنا آسان نہ تھا۔ حضرت بھائی عبد الرحمان صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ قادیان جانے کی نیت سے بٹالہ پہنچے جو قادیان سے صرف بارہ میل کے فاصلے پر ہے تو وہاں جگہ جگہ پوچھتے پھرے لیکن قادیان کا راستہ بتانے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ آخر کار انہیں ایک تانگہ بان ملا جو قادیان کو حضرت مسیح پاک کے حوالے سے جانتا تھا۔ اور اس طرح وہ قادیان دارالامان پہنچے۔ قادیان جو ایک زمانہ میں غار کی مانند تھی اور دنیا کی نظروں سے کلیتاً مستور تھی۔

اب دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے اس بستی کو کیسے بھاگ لگائے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی زندگی میں ہی اس بستی کی شہرت اس طرح پھیلی کہ امریکہ اور یورپ اور دور دراز علاقوں میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ اس غیر معمولی تغیر کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ان الفاظ میں منظوم فرمایا ہے

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

قادیان دارالامان کا اس طرح مجمع الدیار اور مرجع خلائق بن جانا در حقیقت صداقت احمدیت کا ایک روشن نشان ہے۔ یہ ایک گمنام بستی کے شہرہ آفاق ہونے کی بات نہیں۔ ایسے واقعات تو دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور ہر مشہور بستی اپنی ابتداء میں گمنام ہی ہوا کرتی ہے۔ نشان اس بات میں ہے کہ جس فرستادہ کو اللہ تعالیٰ نے اس بستی میں قائم فرمایا اور جس کو اس زمانہ میں مسیح موعود اور امام مہدی کے منصب پر فائز فرمایا۔ اس کو بہت ابتداء ہی میں یہ وعدہ دیا کہ :

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

اور پھر اس صادق الوعد خدا نے اپنے اس وعدہ کو نہ صرف سچ کر دکھایا بلکہ اس حقیقت کو نئے سے نئے دلربا انداز میں اجاگر کرتا چلا جا رہا ہے۔

قادیان کی عالمگیر شہرت دراصل اس آسمانی نوید کے پورا ہونے کا ایک حصہ ہے۔ قادیان کی شہرت تو دراصل اس بات کی علامت ہے کہ جو پیغام ہدایت قادیان کی بستی سے پھوٹا یعنی پیغام احمدیت وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اکناف عالم میں پھیل جائے گا۔ اور آج یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ عالم احمدیت پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا اور دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو احمدیت کے نور سے منور نہیں ہو رہا۔

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا وعدہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" میں سب سے اہم حصہ اس کا ابتدائی لفظ "میں" ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے حق میں استعمال فرمایا ہے (جیسا کہ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ جنوری ۱۹۹۴ء میں بھی بیان فرمایا ہے) اس طرح یہ مضمون ابھرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فرستادہ کو نہ صرف ایک عظیم الشان خوش خبری عطا فرمائی بلکہ ساتھ ہ یہ تسلی بھی دی کہ ناساعد حالات کو دیکھ کر گھبرانے یا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ جس قادر مطلق خدا نے یہ بشارت دی ہے وہی اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے یہ بات یقیناً پوری ہو کر رہے گی۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس کی راہ میں ہرگز ہرگز حائل نہیں ہو سکے گی۔

احمدیت کی سو سال سے زائد تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ کس طرح احمدیت کی آواز قادیان کی ایک گمنام بستی سے اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے، خدائی تائید و نصرت کے دوش پر، اکناف عالم میں پھیل گئی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے جس کا ایک ایک پہلو ایمان افروز ہے۔ دنیاوی وسائل اور ذرائع کا فقدان ایک طرف اور مخالفت کے طوفان دوسری طرف لیکن خدائی امانت اور نصرت نے ہر وسیلہ خود مہیا فرمایا اور اسی قادر و قدیر خدا کے غالب دست قدرت نے ہر مخالفانہ تدبیر کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ جانثاروں اور خدام احمدیت کو لہو لگا کر شہیدوں اور خدمت گاروں میں شمولیت کی سعادت تو ضرور عطا ہوئی لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ کام خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا تھا اور اسی نے اپنی قدرت سے اسے پورا فرما کر اپنی ہستی کا زندہ ثبوت دیا۔ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بشارت کس عظمت اور شان سے پوری ہوئی۔ وہ آواز جو مامور زمانہ کی زبان سے بلند ہوئی آج ۱۳۷ ممالک میں ایک کروڑ سے زیادہ عشاق اس کے ہم نوا بن چکے ہیں اور یہ آواز قریہ قریہ اور بستی بستی پھیلتی جا رہی ہے۔ قادیان سے نکل کر یہ آواز صحراؤں کے سکوت کو چیرتی ہوئی اور براعظموں کی وسعتوں کو پاٹتی ہوئی شرق و غرب میں پھیلی اور شمال و جنوب میں سنائی دینے لگی حتیٰ کہ دور دراز جزائر میں بھی اس کی گونج سنائی دینے لگی اور پھر خدائی وعدہ کے مطابق وہ وقت بھی آن پہنچا کہ واقعی زمین کے کنارے بھی اس پیغام کی صداقت سے فیض یاب ہونے لگے۔ ہندوستان سے باہر پہلا دارالتبلیغ ۱۹۱۴ء میں انگلستان میں قائم ہوا اور دوسرا دارالتبلیغ ۱۹۱۵ء میں ماریشس میں قائم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کہ ان دونوں ممالک میں ایک خاص جگہ Land's End کے نام سے مشہور ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کی تقدیر نے یکے بعد دیگرے ان ملکوں میں مشنوں کی قیام سے بلکہ انہی ممالک سے مشنوں کے قیام کی ابتداء کر کے یہ اشارہ کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ بشارت "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" بڑی شان کے ساتھ پوری ہو گئی ہے۔ جوں جوں احمدیت کا پیغام اکناف عالم میں پھیلتا چلا گیا خدا تعالیٰ کی دی ہوئی یہ بشارت نئی سے نئی شان کے ساتھ پوری ہوتی رہی۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کریمی اور قدرت کا ایک نیا روح پرور جلوہ دکھایا ہے ۔ اس دور میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ جب عالمگیر مواصلاتی نظام کا آغاز ہوا اور صداقت احمدیت کی منادی اکناف عالم میں سنی جانے لگی تو خدا تعالیٰ کی تقدیر نے یہ انتظام کیا کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے محبوب امام حضرت امیرالمومنین خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وہ پہلا خطاب جو آپ نے عالمی جلسہ سالانہ قادیان کے لئے فرمایا وہ لندن سے تھا اور اس سلسلہ کا دوسرا خطاب ماریشس سے۔ گویا صداقت احمدیت کا یکے بعد دیگرے پر شوکت اعلان دنیا کے کناروں والے ممالک سے ہوا۔ پہلے تو احمدیت کی آواز ان ملکوں میں پہنچی تھی اور اب اس صدائے حق کی بازگشت دنیا کے کناروں سے سنائی دے رہی ہے۔ ؎

گر نہیں عرش معلی سے یہ ٹکراتی تو پھر
سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں

ابھی تک احمدیت کی صداقت میں شک کرنے والو! کب تک حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کرتے رہو گے۔ کب تک اپنی آنکھیں اور کان بند کئے رہو گے۔ دیکھو اور سنو! اب تو زمین کا چپہ چپہ احمدیت کی صداقت کا گواہ بن گیا ہے اور زمین کے کنارے بھی گواہی میں بول اٹھے ہیں۔ خدا تمہیں چشم بصرت عطا کرے اور تمہارے کانوں کو قوت شنوائی سے نوازے۔ آسمان کی آواز کو سنو جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ ساری دنیا میں گونج رہی ہے اور زمین کی آواز کو سنو جس کے کناروں سے آنے والی صدائے بازگشت یہ شہادت دے رہی ہے کہ احمدیت سچی اور برحق ہے! ؎

اسمعو صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

- ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن آپ کی قلمی معاونت کا حقدار ہے۔ عمدہ تحقیقاتی اور معلوماتی مضامین اور منظوم کلام وغیرہ بھجوائیں۔
پتہ: ۱۶ گریسن ہال روڈ، لندن
ایس ڈبلیو ۱۸، انگلستان

خاندان حضرت مسیح موعود میں شادی کی بابرکت تقریب

○ حضرت سیدہ ام متین مریم صاحبہ رقم فرماتی ہیں :-

میرے نواسے سید غلام احمد فرخ کا نکاح یکم اگست کو لندن میں حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ لندن کے آخری دن فرحانہ بنت سید حضرت اللہ صاحب پاشا کے ساتھ پڑھا تھا اب ۲۸۔ دسمبر ۹۳ء کو ان کی تقریب شادی منعقد ہوئی۔ برات عاجزہ کے گھر سے ایوان محمود گئی جہاں تقریب رخصتانہ منعقد ہوئی۔ قرآن کریم کی تلاوت حافظ برہان احمد نے کی نظم فرید احمد صاحب نوید نے پڑھی بعد ازاں صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے دعا کروائی۔ اگلے دن ۲۹۔ دسمبر کی دوپہر دعوت ولیمہ منعقد کی گئی۔ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو بہت بابرکت کرے۔

الفضل ۔ ربوہ ۱۶/ ۱۲ جنوری ۹۴

ADVERTISE YOUR GOODS AND SERVICES IN THE AL FAZL INTERNATIONAL

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

PROGRAMME TIMINGS

ASIA AND MIDDLE EAST
7.00 am to 7.00 pm [London, U.K.]

EUROPE
Monday to Thursday 1:30 pm to 4 pm
Friday to Sunday 1.00 pm to 4 pm

TELEPHONE AND FAX NUMBERS FOR INFORMATION COMMENTS OR MESSAGE

Tel: + 44 - 81 - 870 0922 Fax: + 44 - 81 - 871 0684

LIVE TRANSMISSION FROM UNITED KINGDOM

Tilawat Manzoom Kalam Malfoozat

VARIETY OF PROGRAMMES INCLUDING

Majlis Irfan Speeches

Hazur replying to letters and messages of viewers

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	9 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3825 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	
Timings (London Time)	13.30 - 16.00	10.00 - 16.00	13.30 - 14.30	13.30 - 14.30

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695.
Timings: 13.30 - 14.30 London Time

خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ نومبر ۱۹۹۳ء بمقام مسجد فضل لندن

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝
اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ
الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ (طٰہٰ: ۱۴ تا ۱۶)
بِمَا تَسْعٰى ۝

ذکر کے مضمون میں جہاں میں نے گزشتہ خطبہ کو ختم کیا تھا اس سے آگے آج انشاء اللہ مضمون کو چلاؤں گا لیکن اب جیسا کہ روزمرہ کا ایک رواج بن چکا ہے اور ایک مجبوری بھی ہے کیونکہ دنیا میں جو مختلف اجتماعات ہو رہے ہوتے ہیں ان کی طرف سے ایسی خواہش کے اظہار ملتے ہیں کہ ہمارا ذکر خیر بھی اس مجلس میں چلے تاکہ سب دنیا سے ہمیں دعائیں ملیں پس اس پہلو سے اگر تھوڑا سا وقت ہر جمعے پر ان کے ذکر میں خرچ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب اجتماعات کو جن کی میں آگے فہرست پڑھتا ہوں اور ان کی تفصیل بیان کروں گا اپنے فضل کے ساتھ اپنے ذکر کی آماجگاہ بنادے۔ آج خصوصیت سے ان اجتماعات کے لئے یہ دعا کرنی چاہئے کہ یہ ساری مجالس اللہ کے ذکر کی مجالس بن جائیں اور آئندہ بھی ہمارے اجتماعات ہمیشہ ذکر کے لئے خالص ہو جایا کریں۔

ذکر کے سلسلہ میں میں خصوصیت سے یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور یہی مضمون میرے خطبے کا ہو گا کہ سب سے اہم ذکر عبادت کا قیام ہے یعنی اس نماز کا قیام ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا اور جس کو حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک سیرت میں جاری کر کے دکھایا ہے۔ سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، سب سے بہتر ذکر وہی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو باقی ذکر کی پھر کوئی قیمت نہیں رہتی، کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ پس نمازوں پر بہت زور دیں۔

اجتماعات کے لئے دعا

وہ اجتماعات جو آج ہونے ہیں یا کل شروع ہوں گے۔ ان سے پہلے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے ایک یادداشت دی ہے کہ گزشتہ خطبے پر تین اجتماعات کا ذکر نہیں ہو سکا تھا۔ چونکہ ان کی طرف سے شکوہ آتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ ان کا نام آج لے دیا جائے خواہ اجتماعات پہلے ہو چکے ہوں۔ پس مجالس انصار اللہ ضلع سکھر قصور اور ساہیوال کے یہ تین سالانہ اجتماعات تھے۔ جن کا ذکر رہ گیا تھا۔

مجلس انصار اللہ ضلع مظفر گڑھ کا ایک روزہ سالانہ اجتماع آج ۲۶ نومبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ مجلس انصار اللہ ہمبرگ کا ریجنل سالانہ اجتماع کل منعقد ہو گا۔ مجلس خدام الاحمدیہ سری لنکا کا سالانہ اجتماع پرسوں ۲۸ نومبر کو منعقد ہو گا۔ اس کے علاوہ آج مانچسٹر میں لجنہ اماء اللہ کی بھی کوئی میٹنگ ہے یا اجتماع ہے انہوں نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان کو بھی دعا میں یاد رکھیں۔

نماز کے فوائد

جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کیا تھا کہ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولذکر اللہ اکبر" کہ اللہ کا ذکر اکبر ہے۔ اس سے بعض صوفیاء نے اور بعض مفسرین نے یہ مطلب بھی نکالا ہے کہ نماز کے مقابل پر اللہ کا ذکر جو ساری زندگی پر پھیلا پڑا ہو وہ اکبر ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ آیت میں آپ کے سامنے دوبارہ پڑھ کر سناتا ہوں اور اسکی ترتیب سے آپ خود ہی سمجھ جائیں گے یا سمجھ جانا چاہئے کہ یہاں نماز کے ذکر کا تذکرہ چل رہا ہے نماز سے باہر کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ (۲۹: ۴۶)

اس میں سے پڑھ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ جو تجھ پر وحی کی جارہی ہے مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اور سب سے اہم مضمون کتاب میں نماز کے قیام کا مضمون ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ

نماز کے فوائد میں سے یہ دو فوائد ہیں کہ نماز فحشاء سے روکتی ہے اور منکر سے روکتی ہے۔ اب یہ دو منفی صفات ہیں جن کا ذکر ہے اگر یہیں بات ختم سمجھی جائے اور نماز کے علاوہ کسی اور بات کا ذکر شروع ہو جائے تو گویا نماز کا مقصد صرف بعض چیزوں سے روکنا ہے بعض فوائد عطا کرنا نہیں ہے۔

یہ غلط فہمی پیدا ہونی ہی نہیں چاہئے کیونکہ قرآن کے بیان کا انداز یہ ہے کہ نماز فحشاء سے روکتی ہے منکر سے روکتی ہے۔ "ولذکر اللہ اکبر"۔ لیکن سب سے بڑا فائدہ نماز کا یہ ہے کہ تمہیں ذکر عطا کرتی ہے اور ذکر ان سب چیزوں سے بڑا ہے۔ (اس میں) ایسی ترتیب ہے جس کا تعلق اسی مضمون سے ہے جو میں پہلے بیان کرتا آیا ہوں یعنی پہلے تبتل الی اللہ ہوتا ہے پھر ذکر چلتا ہے۔ فحشاء کے ساتھ اگر تعلق جڑا رہے اور ناپسندیدہ باتیں دل میں جمی رہیں تو پھر ذکر اللہ کا کیا سوال پیدا ہو گا؟ پس فرمایا کہ نماز پہلے تمہیں پاک صاف کرتی ہے تمہارے زنگ دھوتی ہے جس طرح قلعی گر کو برتن دیئے جاتے ہیں تو پہلے وہ تیزاب سے اس کے گند اتارتا ہے اور جب وہ اس قابل ہو جائیں کہ قلعی کو قبول کریں تو پھر قلعی کا رنگ جمایا جاتا ہے۔ پس یہ قرآن کریم کا طرز بیان ہے اس سے یہ معنی نکالنا کہ گویا نماز کے ذکر کو چھوڑ کر نماز سے باہر کے ذکر کی بات شروع ہو گئی ہے اور "ولذکر اللہ اکبر" کہہ کر بیان فرمایا کہ نماز تو بری باتوں سے روکے گی لیکن جب نماز سے فارغ ہو جاؤ گے اور پھر ذکر کرو گے تو وہ بہت بڑی بات ہے۔

قرآن کریم کی جو آیات میں نے آپ کے سامنے پڑھ کے سنائی ہیں ان میں بھی یہی مضمون ہے کہ ذکر کا تعلق نماز سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ (۲۰: ۱۴)

تجھے میں نے چن لیا ہے۔ پس غور سے اس بات کو سن جو تجھ پر وحی کی جارہی ہے

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝ (۲۰: ۱۵)

یقیناً میں ہی وہ خدا ہوں جو ایک ہی ہے "لاالہ الا انا" میرے سوا اور کوئی خدا نہیں کوئی معبود نہیں "فاعبدنی"۔ پس میری عبادت کر۔ "واقم الصلوٰۃ لذکری" اور نماز کو قائم کر۔ میری عبادت کر اور نماز کو میرے ذکر کے لئے قائم کر۔

پس عبادت کا تو مقصد ہی ذکر کا قیام ہے اور اگر ذکر نہ ہو تو عبادت ایک خالی کھوکھلا برتن رہ جاتی ہے۔ پس "ولذکر اللہ اکبر" کا تعلق قیام صلوٰۃ سے ہے اور جملہ عبادات سے ہے لیکن ذکر الٰہی نماز میں تب نصیب ہو گا اگر پہلے اپنے دل کو فحشاء اور منکر سے پاک کر لیں یہ وہ مضمون ہے جس کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اسے خوب غور سے سمجھ کر پھر نماز کو قائم کرنا چاہئے۔

ذکر الٰہی کیسے قائم ہو سکتا ہے

اب آپ دیکھیں کہ اگر نماز پڑھتے وقت ایک انسان کا قلبی تعلق بے ہودہ باتوں سے جڑا رہا ہو وہ کہیں سے دامن چھڑا کر آیا ہے لیکن دل وہیں اٹکا ہوا ہے تو عبادت میں ذکر الٰہی کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ چند فقرے منہ سے وہ نکالے گا تو پھر ذہن ان چیزوں کی طرف لوٹ جائے گا جہاں دل اٹکا پڑا ہے۔ کہیں پیاروں کی یاد آئے گی، کہیں تجارت کے مسائل اس کے ذہن کو اپنی طرف کھینچ لیں گے کہیں کوئی ٹیلی ویژن کے پروگرام اس کو اپنی طرف مائل کر لیں گے کہیں کوئی کھیلیں یا اور دلچسپیوں کے مشاغل، سیر و تفریح کی باتیں اسے اپنی طرف مائل کر لیں گی اور کھینچ لیں گی تو ذکر الٰہی کا بیچارے کو کہاں سے موقع ملے گا۔

ذکر الٰہی کا مضمون تو یہ ہے کہ ہر حالت میں انسان کا دماغ اس حالت سے چھلانگ لگا کر اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جائے اور قرآن کریم نے ذکر کا مضمون اسی طرح بیان

فرمایا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳ : ۱۹۲)

وہ زمین آسمان کو دیکھتے ہیں اس کی سیر کرتے ہیں اس کے حسن سے لذت یاب ہوتے ہیں لیکن اس طرح کہ ذہن ان چیزوں کو دیکھ کر خدا کی طرف دوڑتا ہے اور دل اللہ کی طرف اچھلتا ہے اور ہر بات سے ان کو اللہ یاد آنے لگ جاتا ہے۔ پھر راتوں کو سوتے ہوؤں کا نقشہ یہ کھینچا تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲ : ۱۷)

کہ ان کے پہلو نیند کی لذتوں کے باوجود بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ کس حالت میں الگ ہوتے ہیں يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا

اپنے رب کو وہ پکار رہے ہوتے ہیں، خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی۔

تو ذکر الٰہی ساری زندگی پر حاوی ضرور ہے لیکن مراد یہ ہے کہ زندگی کا ہر شغل، زندگی کا ہر مشغلہ، زندگی کی ہر دلچسپی اللہ کی طرف ذہن کو مائل کر دے اور دل اس طرح اس طرف اچھلے جس طرح بچہ ماں کی چھاتیوں کی طرف دودھ کے لئے اچھلتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ یہاں ذکر ختم ہو جائے گا اور یہی ذکر کافی ہے۔ یہ ساری چیزیں نماز کی تیاری کے لئے ہیں اگر یہ ماحول قائم ہو گا تو پھر نماز میں ذکر ہو سکے گا ورنہ نہیں ہو گا اور نماز میں یوں لگے گا کہ عارضی طور پر ہم ان دنیا کی لذتوں سے چھٹی لے کر آئے ہیں اور یہاں سلام پھیرا وہاں اللہ میاں کو سلام اور واپس دنیا میں مائل۔ لیکن خدا نے جس دنیا کا نقشہ کھینچا ہے وہاں دنیا کا ہر مشغلہ خدا کی طرف پھینک رہا ہے انسان کو اس کی طرف کھینچ رہا ہے، اس کی طرف منتقل کر رہا ہے۔

ذکر کے معنی

ذکر الٰہی سے متعلق جو مختلف صوفیاء نے سمجھا یا کہا یا اس کے مطابق تعلیم دی اس کا مختصر ذکر کرنے کے بعد پھر میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے قرآن میں بیان فرمودہ ذکر کی تعریف کروں گا اور آپ کو سمجھاؤں گا کہ حقیقی ذکر کیا ہے؟ لیکن اس سے پہلے اہل لغت نے جو قرآن کی مختلف آیات کو دیکھ کر ذکر کے معانی بیان کئے ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ذکر کے معنی ہیں شہرت، نماز، دعا، قرآن کی تلاوت، تسبیح، شکر، اطاعت، اللہ کی حمد و ثنا، شرف اور عزت۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (۴۳ : ۴۵)

دیکھ یہ باتیں تیری قوم کی عزت و شرف کے لئے ہیں وغیرہ وغیرہ

یہ تو ہیں مختلف تراجم جو ذکر کے مختلف محل اور موقع کے مطابق کئے گئے ہیں لیکن اس سے بات پوری طرح سمجھ نہیں آسکتی۔ صرف ترجے سننے سے تو آپ کو کچھ مضمون سمجھ نہیں آئے گا۔

اب میں آپ کے سامنے پہلے صوفیاء اور دیگر بزرگان امت کے حوالے سے ذکر کے اس مضمون کو پیش کرتا ہوں جو انہوں نے سمجھا اور اس پر عمل کیا اور اس پر لوگوں کو عمل کی طرف بلایا لیکن اس سے پہلے میں آپ کو بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بہت سے ایسے ذکر کرنے والے فرقے پیدا ہوئے جو ذکر کے مفہوم کو پوری طرح سمجھ نہ سکے یا آغاز میں خالصۃً للہ کے ذکر کا ایک سلسلہ جاری کیا گیا لیکن بعد میں آنے والے اس مضمون سے غافل ہو کر رسم و رواج کے پابند ہو کے رہ گئے اور ذکر کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ ان سب فرقوں پر اسی آیت "ولذکر اللہ اکبر" کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ آیت کریمہ میں جو فرمایا گیا ہے "ولذکر اللہ اکبر" کہ اللہ کا ذکر اکبر ہے تو اس سے بعض صوفیاء نے یہ سمجھ لیا کہ نماز جو ہے وہ نسبتاً معمولی حیثیت کی چیز ہے اگر ذکر میں مشغول ہو جاؤ تو پھر نماز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ ظلم کی حد ہے کہ ایسے فرقے بھی ایجاد ہوئے جنہوں نے امت کو نمازوں سے تائب ہونے کی تلقین کی اور کہا کہ دن رات ذکر میں مصروف رہو نماز کی کوئی ضرورت نہیں یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ذکر ایجاد کرنے کی کوششیں کی گئیں اور وہی مضمون ان پر صادق آیا کہ ماں سے زیادہ چاہے پھپھے کٹنی کہلائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر سیکھیں

ذکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنا ہے جن کو اللہ نے مجسم ذکر قرار دیا ہے یعنی ایسا وجود ہے جس کے وجود میں اور ذکر میں فرق کوئی نہیں رہا۔ ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں۔ جس طرح لوہا مقناطیس بن جاتا ہے اسے لوہا بھی کہہ سکتے ہیں اور مقناطیس بھی کہہ سکتے ہیں۔ لوہا جب آگ میں پڑ کر سرخ ہو جاتا ہے اور آگ کی حرارت کو اپنا لیتا ہے تو آگ اور لوہے میں فرق کوئی نہیں رہتا۔ پس قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم ذکر الٰہی تھے۔ پس ذکر سیکھنا ہے تو آپ سے سیکھیں اور آپ نے قیام نماز پر اتنا زور دیا ہے کہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہمیشہ نماز میں اٹکا رہتا تھا ایک نماز اور دوسری نماز کے درمیان ہر وقت دل میں یہ تمنا تھی کہ پھر میں دوبارہ مسجد میں باقاعدہ نماز کے لئے جاؤں اور اسی کیفیت میں راتوں کو اٹھتے تھے اور بعض دفعہ راتیں اس طرح جاگ کر گذاری ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکماً آپ کو روکا کہ اتنی عبادت نہ کیا کرو کچھ کم کر لو اور بدلتے ہوئے وقتوں کے لحاظ سے کبھی کچھ زیادہ کر لی لیکن آرام کے لئے بھی وقت رکھو۔

پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر اس کے حوالے کے بغیر جب بھی قرآن کریم پر غور ہو گا تو وہاں دھوکے کا امکان ہے جو بعض دفعہ واضح اور بعض دفعہ یقینی ہو جایا کرتا ہے پس میں جو مثالیں دوں گا اس سے یہ مراد نہیں کہ قرآن کریم نے یہ ذکر پیش کئے تھے۔ قرآن کریم نے وہی ذکر پیش کئے ہیں جو ہمیں سنت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتے ہیں ان کے سوا ذکر کی کوئی حقیقت نہیں ہے مگر بعض ایسے بزرگ تھے جنہوں نے وقت کی ضرورت کے لحاظ سے بعض دفعہ ذکر کو عام لوگوں کے لئے آسان بنانے کے لئے کچھ ترکیبیں سوچیں۔ میں سمجھتا ہوں ان پر حرف نہیں ہے وہ خود بزرگ تھے۔ نیک لوگ تھے اگر سوچ میں یا سمجھ میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے لیکن ان کے ذہن میں غالباً ایسے نومسلم تھے جن پر عبادت آسان نہیں تھی۔ پس آغاز میں انہوں نے عبادت سے تو نہیں روکا ہو گا۔ میں ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ ان سلسلوں کے جو بانی مبانی تھے انہوں نے عبادت کے مقابل پر ذکر پیش کیا ہو گا لیکن عبادت کا چسکا پیدا کرنے کے لئے، عبادت سے تعلق جوڑنے کے لئے، انہوں نے ذکر کی بعض ایسی صورتیں پیش کیں جس سے عامۃ الناس کو ذکر میں دلچسپی پیدا ہو جائے اور اس کے نتیجے میں پھر عبادت میں بھی لذت آنی شروع ہو جائے مگر بعد میں آنے والوں نے ان باتوں کو بگاڑ لیا۔ اب میں ان سلسلوں کا مختصراً ذکر کروں گا۔

سلسلہ چشتیہ کا ذکر

چشتیہ ایک مشہور سلسلہ ہے ان کے ہاں کلمہ شہادت پڑھتے وقت "الا اللہ" پر خاص زور دیا جاتا ہے اور اس کو وہ ضربیں لگانا کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ۔ الا اللہ۔ اور یہ ضربیں لگاتے لگاتے وہ نفسیاتی طور پر اتنے مرعوب ہو جاتے ہیں کہ ان کو یوں لگتا ہے گویا ہر ضرب دل پر لگ رہی ہے سارا وجود کانپنے لگ جاتا ہے اور جب آپ ان کو یہ کرتے دیکھیں تو واقعتہً لگتا ہے کہ وہ ذکر سے پوری طرح مغلوب ہو چکے ہیں لیکن یہ ضربیں آپ کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کبھی دکھائی نہیں دیں گی۔ صحابہؓ کے اندر آپ کو یہ ضربیں دکھائی نہیں دیں گی اس لئے جو بھی رعب کا نظارہ ہے یہ ظاہری آنکھ کا ہے۔ بگڑے ہوئے وقتوں میں سادہ لوح لوگ ان باتوں سے بہت مرعوب ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیکھو یہ ہے ذکر۔ ذکر کر رہا تھا اور تڑپ اٹھا اور اس کا بدن لرزنے لگ گیا۔ لیکن اگر اس ذکر کے سوا اسی طریق پر اور لفظ کہہ کر ضربیں لگاؤ تو کیا اس سے بھی اسی قسم کا نتیجہ نکل سکتا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ نفسیاتی کیفیات ہیں۔ ذکر حقیقی اگر ملے گا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے ملے گا۔ وہاں بھی بدن کا رواں رواں کانپنے لگتا ہے اور ساری جلد متحرک ہو جاتی ہے۔ اس ذکر سے جس کو آپ حضرت محمد رسول اللہ کی زبان سے سنیں گے اور اس کیفیت سے جو کیفیت آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اور آپ کی غلامی میں آپ کے صحابہؓ کی ہوا کرتی تھی اس سے بھی دل لرز اٹھتے ہیں۔

اب یہ جو لوگ ہیں یہ عموماً ان الفاظ کو دہراتے ہیں اور سر اور جسم کے بالائی حصے کو حرکت دیتے ہیں۔ ان لوگوں میں شیعہ حضرات کثرت سے ہیں۔ ان کی امتیازی خصوصیت سماع کا رواج ہے۔ کہتے ہیں سماع یعنی گانوں کی صورت میں، نغموں کی صورت میں اگر ذکر سنا جائے تو ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ اس وجدانی کیفیت میں یہ لوگ تھک کر چور ہو جاتے ہیں۔ عموماً یہ لوگ رنگدار کپڑے پہنتے ہیں اور ان میں زیادہ تر

بادامی رنگ کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ان کے آگے اور بہت سے سلسلے ہیں۔ ایک چشتیہ نظامیہ ہے جس کو ہندوستان میں بہت شہرت ہوئی اور دہلی میں حضرت خواجہ حسن نظامی کا جو سلسلہ ہے اس کا تعلق اسی چشتیہ نظامیہ سے ہے خواجہ حسن نظامی کے الفاظ میں یہ سنئے۔ وہ لکھتے ہیں "اول بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے" یعنی انہوں نے ذکر کے کیا طریق اختیار کئے "اول بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے" کہاں قرآن وحدیث سے یہ بارہ روز کی خلوت ملتی ہے ہمیں یہ تو پتہ ہے کہ ہر سال ایک مہینے کے دس دن کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے۔ یہ وہ ذکر کا طریق ہے جو ہم نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سیکھا اور جس کا قرآن میں ذکر ہے اور قرآن پر مبنی ذکر ہے مگر اب نئی نئی ایجادیں سنئے۔ کہتے ہیں "اول بارہ روز خلوت میں بیٹھنا چاہئے ہر روز تیں مرتبہ دعا حزب البحر پڑھنی چاہے شروع کرنے سے پہلے ایک دائرہ کھینچا جائے جس میں داخل ہونے کا ایسا راستہ رکھیں کہ داخل ہوتے وقت عامل کا رخ قبلے کی جانب ہو" اب صاف پتا چلتا ہے کہ ہندوستان کے اندر جو جنتر منتر کے طریق رائج تھے، جو جادو کے طریق رائج تھے ان سے متاثر ہو کر ان صوفیوں نے اس قسم کی لغو چیزیں ایجاد کر لیں جن کا نہ قرآن سے تعلق، نہ سنت سے تعلق، نہ عقل ان کو تسلیم کر سکتی ہے۔ "جب داخل ہو جاؤ تو لکیر کھینچ کر داخلی دروازہ بند کر لو تو گویا کہ اب شیطان وہاں داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر کہتے ہیں کہ "جب عمل پڑھ چکو تو فولاد کی چھری یا چاقو سے دائرہ کا منہ کاٹ کر اپنے باہر نکلنے کا رستہ بناؤ۔ یعنی ذِکر وِکر سے فارغ ہونے کے بعد جو لکیر کھینچی ہے اس کا چاقو سے، [فولاد کا چاقو بہتر رہے گا] کاٹا جائے اور باہر نکلنے کا رستہ بنایا جائے۔ ورنہ ریشمی ڈورے کا دائرہ بنا لیا جائے اور دائرہ بناتے وقت آیت الکرسی پڑھی جائے اور دوران عمل میں غذا جو کی روٹی ہونی چاہئے اور صاحب الحزب حضرت ابوالحسن کی روح سے پہلے اپنے خیال میں اجازت لے لینی چاہئے۔ اے ابوالحسن! میں اللہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اجازت ہے نا۔ اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ آگے سے بولے گا کون؟ کیا فرق پڑتا ہے۔ صرف کہنا ہی کافی ہے کہ اجازت دیدو اور ساتھ ہی اجازت مل گئی۔ (کتاب اعمال حزب البحر نوشتہ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی اشاعت نہم جولائی ۱۹۴۰ء دہلی)

ذکر الٰہی کا نقشبندیہ طریق

ذکر الٰہی کا ایک نقشبندیہ طریق بھی ہے اور جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے نقشبندیہ یقیناً آغاز میں سب سے بہتر تھا اور سنت سے ہٹا ہوا نہیں تھا لیکن بعد میں تصور شیخ کے داخل ہونے نے ان کو مسلک سے کچھ ہٹا دیا۔ وہ ذکر جلی کے خلاف ہیں یہ جو آوازیں نکالنا اور حرکتیں کرنا ہے یہ اس کے خلاف ہیں۔ ذکر خفی کو جائز سمجھتے ہیں۔ مراقبہ میں سر کو جھکائے آنکھوں کو زمین پر لگائے خدا تعالیٰ کی یاد میں محو ہونے کا ایک طریق ان میں رائج ہوا۔ موسیقی اور سماع کے سخت خلاف ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں یہ سنت سے ہٹی ہوئی چیزیں ہیں اور ان کا بد اثر پڑ سکتا ہے۔ احکام شریعت پر سختی سے عامل ہیں۔ ان کے ہاں مرشد اپنے مریدوں سے علیحدہ نہیں بیٹھتا بلکہ حلقے میں ان کا شریک ہو کر بیٹھتا ہے اور توجہ الی الباطل سے ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ یہ آغاز میں ان کا طریق تھا اور یہی وہ فرقہ ہے نقشبندیہ جس نے روس میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی اور روس کی پچھلے ایک سو سالہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں اسلام کو زندہ رکھنے اور قائم رکھنے میں سب سے اہم کردار نقشبندی فرقے نے ادا کیا ہے اور یہ جو فرقہ ہے اس کی کم سے کم روس میں جو شاخیں تھیں وہ اس قسم کے صوفی نہیں تھے کہ جو عمل سے ہٹ کر اپنے آپ کو مسجدوں میں یا بعض گوشوں میں محو کر دیا کرتے ہوں۔ یہ عملی زندگی میں حصہ لیتے تھے جہاد کے قائل تھے اور سب سے زیادہ زار کی حکومت کے خلاف یا بعد میں اشتراکی حکومت کے خلاف اسلام کی طرف سے جو کوئی جوابی کاروائی ہوئی ہے وہ سب سے زیادہ اسی نقشبندی فرقے کی راہنمائی میں ہوئی ہے اور سب سے زیادہ ان سے روس کا زار ڈرا کرتا تھا چنانچہ نقشبندی فرقہ کے متعلق یہ جو خاص پہلو ہے یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ غور اور فکر اور اپنے دل میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے دل پر اور اپنی رگ وپے میں نقش کرنے کا نام ہے یہاں تک تو اس میں کوئی خرابی نہیں لیکن افسوس ہے کہ بعد ازاں وہ شیخ جو ان میں بیٹھا کرتا تھا اس کی طرف جب یہ طاقت منسوب ہوئی کہ وہ اپنے غور اور فکر سے، اپنی اندرونی طاقتوں سے دوسروں کے دلوں میں نقش کو جاری کرتا ہے تو اس سے بدعتیں شروع ہو گئیں اور بعد ازاں یہ کیفیت ہوئی کہ تصور اللہ کی بجائے تصور شیخ نے جگہ بنا لی اور اس فرقے میں یہ ہدایت کی گئی کہ تم جب بیٹھو تو خدا کی بجائے شیخ کا تصور کرو اور شیخ کی مدد کرو کہ وہ خدا کا تصور تمہارے اندر داخل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس طرح یہ فرقہ بھی جس کا آغاز خالصتاً شریعت پر تھا اور نیک نیتی پر تھا یہ بھی رفتہ رفتہ بگڑتا ہوا ایک بدعت بن گیا۔

فرقہ قادریہ کا طریق ذکر

قادریہ فرقہ بیشتر سنی اسلام سے تعلق رکھتا ہے اور بہت سے مولوی جو ہندو پاکستان میں ملتے ہیں وہ اس قادریہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ قادری سماع کی بعض شکلوں کے مخالف ہیں۔ ان کے حلقوں میں موسیقی کو کوئی جگہ نہیں ہے عام طور پر سبز رنگ کی پگڑی پہنتے ہیں اور لباس کا کوئی نہ کوئی حصہ بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ درود شریف کو اہمیت دیتے ہیں ان کے ہاں ذکر خفی اور ذکر جلی دونوں جائز ہیں۔ پس اس پہلو سے جہاں تک یہ باتیں ہیں ان میں کوئی بھی قابل اعتراض بات نہیں ہے یہ عین سنت کے مطابق ہے۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا پاک اثر ہے کہ بہت دیر تک یہ فرقہ ان بدعات سے بچا رہا جو دیگر صوفی فرقوں میں جا پا گئیں لیکن بعد کے زمانے کے مولویوں نے اس فرقے کی طرف اور ان کے فلسفے کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کر دیں کہ اس سے یہ فرقہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ توحید سے شروع ہو کر شرک پر جا پہنچا اور اس پاک اور شفاف پانی کو بھی گندے پانی میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کی مثالیں میں آخر پر آپ کے سامنے رکھوں گا۔

سہروردیہ فرقہ کا طریق ذکر

سہروردیہ فرقہ بھی صوفیاء کے ان چار اہم بنیادی فرقوں میں سے ایک ہے۔ ان کے ہاں ذکر ہی چلتا ہے لیکن ایک خاص طریق انہوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ سانس بند کر کے ھُو کا ورد کرتے ہیں یعنی لا الہ الا اللہ اور وہاں تک دم روک لیا اور جب پورے زور کے ساتھ سانس نکلتا ہے تو ھُو کی آواز اٹھتی ہے تو یہ پھر ھُو کے ذریعے گویا خدا تعالیٰ کی ذات واحد پر زور دیتے ہیں۔ اس طرح ھُو کا رواج دینے میں غالباً ہندوستان کے سادہ لوح لوگوں کے لئے ایک خاص کشش ہوگی کیونکہ اکٹھی ھُو کی آواز جب ایک جماعت سے نکلے تو لازماً اثر تو ہوتا ہے مگر یہ فرقہ یہیں تک محدود ہو گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی باقی صفات پر غور کرنا۔ ان سے استفادہ کرنا، ان کو اپنے دل پر نقش کرنا یہ ساری باتیں تو ایک طرف رہ گئیں بس ھُو ہی ھُو باقی رہ گیا۔ قادیان میں مجھے یاد ہے وہ دوست غالباً اسی فرقے کے تھے جن کو ہم "بابا ہی" کہا کرتے تھے ھُو کی بجائے ان کی آواز "ہی" نکلا کرتی تھی اور بعض لوگ کہتے تھے کہ اصل میں چھینک آتی تھی تو اسکی وجہ سے "ہی" نکلتی تھی مگر بعض سمجھتے تھے کہ نہیں یہ "ھُو" ہی ہے۔ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں مگر "ھُو" والی آواز میں نے سنی ہوئی ہے جب یہ رکا ہوا دم ایک دم چھٹتا ہے تو بڑے زور سے "ھُو" کی آواز اٹھتی ہے لیکن اس فرقے میں ویسے عام طور پر کوئی بد رسمیں داخل نہیں ہوئیں۔ سماع سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔ نغموں وغیرہ کے ذریعے ذکر کو پسند نہیں کرتے اور تلاوت قرآن کریم پر زور دیتے ہیں جو ایک بہت اچھی بات ہے۔

آغاخانی طریق ذکر

اب میں بعض دوسرے غیر صوفی فرقوں کی مثال دیتا ہوں۔ ان میں آغاخانی کا طریق ذکر خاص اہمیت کا حامل ہے اس کو سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ ذکر عملاً اسلام کی تعلیم سے بہت زیادہ دور جا چکا ہے اور واضح طور پر شرک میں تبدیل ہو گیا ہے لیکن عجیب بات ہے کہ علماء کے نزدیک یہ سارے کے سارے ابھی تک بہتر (۷۲) فرقے کی تھیلی میں داخل ہیں۔ ان کے اسلام پر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس حد تک نہیں ہے کہ اسمبلیوں میں قانون پاس ہوں اور ان کو دھکے دے کر باہر نکالا جائے۔ یہ ساری باتیں ابھی تک اسلام میں قابل قبول ہیں۔ اسماعیلی فرقہ کے پیشوا اور موجودہ امام ظاہر پرنس آغا کے دادا ہز ہائی نس سر آغا سلطان محمد شاہ نے بذریعہ خط اپنے مریدوں کو تعلیم دی اور وہ تعلیم اس نصیحت سے شروع ہوتی ہے کہ نماز پڑھو (اور رفتہ رفتہ اس نماز کا انداز بھی سکھایا جاتا ہے اور نماز میں کیا پڑھنا ہے؟ یہ بھی بتایا جاتا ہے) وہ فرماتے ہیں "نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ خدا تم کو برکت دے۔ خدا کا نام لو۔ خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے" خدا سے کیا مراد ہے؟ "خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے۔ یا شاہ! میری شام کی نماز اور دعا قبول کر۔ جو حق تم کو ملا میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔" یعنی اگر کسی کو یہ وہم ہو کہ یہاں اللہ ہی مراد ہے کہ اللہ کا بھی ایک نام علی ہے۔ تو یہ وہم ہے۔

یہ خود بخود اس کو مٹا دیتے ہیں، باطل کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں "شاہ علی" مراد ہے اور وہ جس کو اس کا حق ملا ہے یعنی ولایت اور خلافت وغیرہ جو اس کا حق تھا وہ اس کو دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں "خداوند شاہ علی تم کو ایمان اور اخلاق دے یا شاہ! میری شام کی نماز اور دعا قبول کر جو حق تم کو ملا میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے ہمارے آقا سلطان محمد شاہ! یہ کہہ کر اس کے بعد سجدہ کرو" نیز یہ دعا لکھی ہے کہ "اڑتالیسواں امام دسواں بے عیب اوتار ہمارا خداوند آغا سلطان محمد شاہ داتا۔ یہ کہو اور اس کے بعد سجدہ کرو۔"

ذکر اور ذکری فرقہ

ایک ذکری فرقہ بھی ہے جس کا بہت تذکرہ آجکل پاکستان میں ہو رہا ہے اور علماء زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح ذکری فرقے کو بھی اسلام کے دائرے سے خارج قرار دیا جائے۔

یہ لوگ کیا ہیں اور ان میں کونسی بنیادی خرابی ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس فرقے کا طریق یہ ہے کہ دن میں تقریباً دو ہزار مرتبہ

لا الہ الا اللہ

پڑھتے ہیں۔ ایمان مجمل اور ایمان مفصل پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے ذکر کے کلمات حسبی ربی جل اللہ۔ اللہ ھُو۔ اللہ ھُو ہیں (از درازی صفحہ ۱۱ عباسی لیتھو آرٹ پریس فیر روڈ کراچی سے طبع ہوا ہے)۔ اسی طریقے کے کئی اور ذکر ہیں جن کے ذریعہ یہ دن رات اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ذکری کون ہیں؟

ان کے مطابق مہدی نے دنیا میں آکر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر تمام ارکان اسلام کو منسوخ کیا۔ نماز کی جگہ صرف ذکر کا حکم دیا۔ عبادت کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔ یہ شریعت سے وہ بنیادی انحراف ہے جس کی بناء پر ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کی مہم چل پڑی ہے۔ لیکن یہ مہم حقیقت میں ایک ایسے تعلق میں چلی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حُبِّ علی میں نہیں بلکہ بغض معاویہ میں چلی ہے۔ یہ سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ کچھ عرصہ پہلے ذکری علاقے سے منتخب ہونے والے ایک ممبر اسمبلی نے کھل کر جماعت احمدیہ کی تائید کی اور اعلان کیا اور اپنی پریس کانفرنس میں یہ کہا کہ بالکل ظلم ہوا ہے اور زیادتی ہو رہی ہے اور احمدیوں کو اسلام سے خارج کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں تھا۔ اس پر علماء ان کے پیچھے پڑے اور چونکہ ان کا ووٹ ذکری علاقے سے تھا یعنی سیاسی ووٹ ان کو ذکری علاقے سے ملتا تھا اس لئے ان کے خلاف مہم چلاتے ہوئے انہوں نے ذکری فرقے کی صف لپیٹنے کی کوشش کی ہے۔ وہ تو اللہ کو پیارے ہو گئے مگر جو اللہ کو پیارے نہیں ہوئے یہ ابھی تک ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور عملاً ان کو بغض معاویہ کی وجہ سے ذکریوں سے بیر ہے یعنی جماعت احمدیہ کی دشمنی میں ذکریوں سے بیر ہے ورنہ ان کے ہاں ایسے فرقے ہیں جہاں حیرت انگیز طور پر مشرکانہ عقیدے پائے جاتے ہیں۔ اور بھی بہت سے صوفی فرقے ہیں جنہوں نے نماز کو غیر ضروری قرار دے دیا ہے ان کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں ہے لیکن ایک بات ہے کہ ذکریوں نے جہاں نماز کو غیر ضروری قرار دیا وہاں پنجگانہ ذکر کو ضروری قرار دیا ہے معلوم ہوتا ہے نماز کی شکل انہوں نے بدلی ہے۔ کلیۃً قرآن سے انحراف نہیں ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "ہر ایک ذکری فرد چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان اس پر پانچ وقت ذکر کرنا فرض ہے۔ جو بھی ذکر نہ کرے وہ اپنے فرض سے غافل ہے"۔ ذکر کثیر کرنے والوں کو ذکری فرقے میں اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ذکر دو طریقوں سے کیا جاتا ہے ایک جلی اور ایک خفی۔ ذکر جلی با جماعت ہوتا ہے اور ذکر خفی اکیلے اکیلے۔ تو ٹھوکر انہوں نے یقیناً کھائی ہے لیکن اتنی نہیں جتنی بعض دوسرے فرقے کھا چکے ہیں اور ان سے موجودہ دور کے علماء کو کوئی عناد نہیں۔

اصحاب الروحانیات کا طریق ذکر

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں۔ ایک فرقہ اصحاب الروحانیات بھی ہے۔ ان کو بھی کبھی اسلام سے خارج نہیں کیا گیا۔ اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ کائنات کا صانع ایک مقدس وجود ہے اور اس کا قرب فرشتوں کی اطاعت کے واسطے سے بھی مل سکتا ہے کیونکہ فرشتے ہی ایسے وجود ہیں جو ہر قسم کی غلطی سے پاک ہیں۔ پس وہ فرشتے ہمارے رب، الٰہ وسیدو شفیع ہیں جو ہمیں رب الارباب اور الٰہ الالٰھۃ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے ذکر الٰہی سے ملتا ہے۔ اس فرقہ کے نزدیک انبیاء کی اطاعت ضروری نہیں کیونکہ وہ تو ہمارے جیسے انسان ہیں ان کی بجائے ہمیں فرشتوں کی اطاعت کرنی چاہئے۔
(الملل والنحل للشہرستانی جلد دوم صفحہ ۹۵ تا ۹۹ برحاشیہ کتاب الفصل فی الملل و الاھواء والنحل۔ امام ابی محمد علی بن حزم۔ طبع اول)

بریلوی فرقے کا طریق ذکر

اب ان فرقوں کی بات سنئے جو آجکل دوسروں پر فتوے لگانے میں سب سے پیش پیش ہیں۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے یا اللہ کہتے ہوئے بغیر کشتی کے دجلہ پار کیا۔ یعنی صرف یا اللہ کہتے جاتے تھے اور دجلہ دریا انہوں نے بغیر کشتی کے پار کر لیا۔ ایک شخص نے حضرت کو جاتے دیکھا۔ عرض کی۔ کس طرح آؤں۔ فرمایا یا جنید! یا جنید! کہتا چلا آ۔ جس طرح میں نے یا اللہ کہا ہے تو یا جنید کہتا چلا آ۔ وہ یہی کہتے ہوئے بے چارہ چل پڑا۔ دجلہ پار کر رہا تھا کہ یا اللہ کہنے لگ گیا۔ اس شیطانی وسوسے کے نتیجے میں فوراً غوطے کھانے لگا۔"

یہ اہل اسلام کا وہ فرقہ ہے جسکی تعداد ہندوستان اور پاکستان میں سب سے زیادہ ہے اور یہ مسلمان ہے۔ کہتے ہیں دیکھو ان نے اللہ کہا۔ اس شیطانی وسوسے کے نتیجے میں وہ غوطہ کھانے لگا۔ حضرت جنید نے فرمایا۔ ارے نادان ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں اللہ تک کیسے رسائی ہو گئی۔

"ڈوبتے ہوئے کو آواز دی پاگل کہیں کے ابھی جنید تک تو تو پہنچا نہیں ہے اللہ تک کیسے پہنچ گیا۔ اسی کی سزا مل رہی ہے تجھے۔ یا اللہ کہنے کی کیسے جرات ہوئی۔" (ملفوظات مجدد مائۃ حاضر اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی حصہ اول ص ۱۱۷)

فقیر نور محمد سروری قادری نے ایک مجذوب فقیر کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کالو نام کا ان پڑھ جٹ۔ اس نے کسی بزرگ کے فرمان پر سورہ مزمل کا چالیس روز کا چلہ شروع کیا۔ اس مجذوب فقیر کی طرف سے پیغام ملا کہ اگر اسے کلام کا شوق ہے تو یہ سورہ مزمل وغیرہ کا چلہ چھوڑے اسکی جگہ یہ دعا پڑھے۔ وہ چلہ یہ تھا۔ "لا الٰہ من کان۔ الا اللہ تن کان"۔ کوئی مطلب ہی نہیں۔ نہایت ہی لغو اور بے ہودہ۔ "الا اللہ تن کان"۔ اس شخص نے بیان کیا کہ میرے ہر رگ و ریشہ اور تمام بدن میں اس قدر غوغا اور شور اور جوش و خروش ہوا کہ گویا اس ذکر کا ایک طوفان برپا ہے اور میرا وجود اس ذکر کی لذت سے معمور ہو گیا۔ (سورہ مزمل جہاں کچھ نہ کر سکی وہاں "تن کان" نے اسکے وجود میں اک زلزلہ برپا کر دیا)

یہ کیفیت اس ذکر الٰہی کی ہے جو ان علماء اور بعض دوسرے لوگوں کی بدقسمتی سے اب مسلمانوں میں رواج پا رہا ہے۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ کا طریق ذکر

اب میں ذکر کے مثبت پہلو آپ کے سامنے پیش کرنا شروع کرتا ہوں۔ رسالہ الخور شیدیہ میں لکھا ہے قیل ذکر اللّٰہ یا القلب سیف المریدین

دل کا جو ذکر ہے یہ دراصل مریدوں کی تلوار ہوتی ہے اور ہر غیر اللہ سے ہر بدی سے دل کا ذکر انسان کی حفاظت کرتا ہے۔

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کر کے اس پر بہت عمدہ تبصرہ فرمایا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے

کہ وہ شخص جس کو میرا ذکر مجھ سے سوال کرنے سے منع کر دے یعنی مراد یہ ہے کہ ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ دست سوال دراز کرنے کا اس کے لئے موقع ہی نہ رہے۔ اللہ کی یاد اور محبت میں ایسا کھویا گیا ہے کہ وہ سوال کرنا ایک معمولی بات اور بے معنی بات سمجھتا ہے۔ اس حد تک اللہ کی یاد اس پر غالب آجاتی ہے کہ ایسے شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں اس کو اس سے بہت زیادہ دیتا ہوں جتنا سوال کرنے والے کو دیتا ہوں۔

یعنی بعض لوگ جو مجسم ذکر الٰہی بن جاتے ہیں ان کے دل کی ہر دھڑکن، ان کی ہر خواہش دعا بن جایا کرتی ہے اور دعا اور ذکر میں یہ فرق ہے۔ اس فرق کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ذکر ہے محبوب کی یاد اور وہ خالصتاً محبت سے تعلق رکھنے والی بات ہے اور سوال سے مراد یہ ہے اپنے قریبی پر جس پر اعتماد ہو، جس پر انسان کو یہ بھروسہ ہو کہ

ہاں میرا قریبی ہے اس کے پاس انسان مشکل کے وقت جائے اور کہے کہ اب میری ضرورت پوری کرو اور ایک شخص ایسا بھی ہے جو محبت میں ایسا غرق ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کو مانگنے سے عار کرتا ہے، عار رکھتا ہے یا سمجھتا ہے کہ محبت کے اعلیٰ آداب کے خلاف ہے کہ میں مانگوں۔ ایسی سوچ وقتی طور پر تو درست قرار دی جاسکتی ہے اور فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا تعلق ہے یہ بھی درست نہیں ہے۔

صوفیانہ ٹوٹکے کے طور پر آپ کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو اس نے عشق میں ترقی کرلی ہے کہ اب یہ سوال کی حاجت نہیں رکھتا۔ تو ایسے شخص کو اگر آپ نے ہر سوال کرنے والے سے افضل قرار دیا تو تمام انبیاء سے اس کو افضل ماننا پڑے گا کیونکہ قرآن کریم نے ہر نبی کے ذکر میں اس کی دعا لکھی ہوئی ہے۔ پس سب سے زیادہ دعا کرنے والے اور خدا سے طلب کرنے والے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ اس لئے جب اس قسم کی حدیثیں زیر بحث آئیں تو ان کو ٹوٹکے نہیں بنانا چاہیے۔ ان سے ایسے نتیجے نہیں اخذ کرنے چاہئیں جو قرآن اور سنت انبیاء کے خلاف ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جو ذکر الٰہی میں ایسا ڈوب جاتا ہے کہ اس وقت اس کیفیت سے نکل کر کچھ مانگنے کو دل نہیں چاہ رہا ہوتا اور یا دوسرے معنوں میں یہ کہنا چاہئے کہ وہ شخص جو ہر وقت ذکر الٰہی میں ڈوبا رہتا ہے خواہ وہ سوال کرے یا نہ کرے اللہ اس کا نگران بن جاتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ یہ حدیث دعا کرنے کے خلاف ہے۔ قرآن کریم دعا کے مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ دعا کے بغیر تو اللہ کی چوکھٹ تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (۲۵: ۷۸)

کہ ان سے کہہ دے اللہ کو تمہاری کیا پرواہ ہے اگر تمہاری دعا نہ ہو۔

پس دعا کے مضمون کے یہ حدیث مخالف نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ذکر الٰہی محبت کے نتیجے میں ان کی زندگی پر چھا جاتا ہے اور ایسی کیفیت میں اگر ان کو دعا کا وقت میسر نہ بھی آئے اور دعا کی طرف ان کی واضح توجہ نہ بھی پھرے تب بھی اللہ کے ہاں وہ محفوظ لوگ ہیں۔ اللہ خود ان کی نگرانی کرتا ہے خود ان کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ اسی حدیث کے اسی مضمون کے متعلق ایک اور حدیث بخاری کتاب الرقاق باب التواضع میں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں یہاں دعا کے بغیر ہی خدا کے تعلق کی ایک دائمی کیفیت بیان ہو رہی ہے جو ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے وہ دوست بن جاتا ہے اور جب دوست ہو جائے تو ضروری تو نہیں ہوا کرتا کہ دوست مانگے تو دو۔ اس کا تعلق رحمانیت سے ہو جاتا ہے چنانچہ عباد الرحمٰن کا جو مضمون قرآن کریم میں بیان ہوا ہے یہ وہی ہے جو احادیث میں بیان ہو رہا ہے کہ یہ لوگ رحمٰن خدا کے بندے بن جائیں وہ مانگیں تو ضرور ملتا ہے اور بھی ملتا ہے۔ لیکن نہ مانگیں تب بھی ملتا ہے یہ مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ رحمٰن کے بندے ہو کر رحیم سے اپنا تعلق کاٹ لیتے ہیں بلکہ رحمانیت کی صفت میں ڈوب جاتے ہیں اس لئے اگر نہ بھی مانگیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو دے دیتا ہے اور بعض دفعہ تو خود پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ہم نے مانگنا کیا ہے۔ انسان کو چاروں طرف سے مختلف خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کو خطرات درپیش ہیں اس کو پتہ ہی نہیں کہ کہاں سے، کس خطرے نے حملہ کرنا ہے۔ کہاں دشمن چھپا ہوا ہے۔ کل کی اسے خبر نہیں۔ وہ مانگے گا کیسے؟ تو ذکر الٰہی کے تعلق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک راز، ایک بہت ہی قیمتی خزانہ عطا کر دیا کہ ضروری نہیں کہ تم مانگو تو تمہیں دیا جائے۔ تم اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہو۔ پھر تمہیں یہ بھی نہیں پتہ ہو گا کہ کیا مانگنا ہے اور کب مانگنا ہے تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں دے رہا ہو گا۔

پس دعا سے ذکر کا مضمون افضل ہے یہ بات بہرحال قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے جہاں جہاں بھی قرآن کریم میں دعا کا ذکر ملتا ہے وہاں ہر جگہ مانگنے کے معنوں میں نہیں۔ وہاں پیار سے اللہ کے ذکر کے معنوں میں بھی دعا کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے آیت پڑھی تھی: تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (۳۲: ۱۷)

یہاں جو مضمون ہے وہ عاشق کا مضمون بیان ہوا ہے یہ نہیں کہ آنکھ کھلتے ہی مانگنے لگ جاتے ہیں کہ اے اللہ میاں یہ بھی دے۔ وہ بھی دے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں آنکھیں کھلتی ہیں۔ کروٹیں بدلتے ہوئے بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے پہلو آرام گاہوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ اللہ کو پکارتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ دعا کا معنی صرف مانگنا نہیں پکارنا بھی ہے اور یہ اعلیٰ معنی ہے پس ذکر اور دعا یہاں ایک ہی جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں میرا بندہ جتنا میرا قرب، اس چیز سے جو مجھے پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کر دی ہے، حاصل کر سکتا ہے اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اس میں ذکر کے تمام جھوٹے طریقوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں کسی سے محبت اس لئے نہیں کرتا کہ وہ میرا نام لیتا رہتا ہے میں سب سے زیادہ محبت اس شخص سے کرتا ہوں جو سب سے زیادہ میرے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔ شریعت پر چلنے والا ہے۔ وہ شریعت جو میں نے محمدؐ کو عطا کی جو محمدؐ کی سنت بن گئی وہی سچا ذکر ہے اسی میں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں ملیں گی۔ خدا تعالیٰ کے قرب کے ذریعے حاصل ہوں گے۔ پس جو چیز مجھے پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کر دی ہے جو وہ کرتا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ پیارا لگتا ہے اور نوافل کے ذریعے سے میرا بندہ میرے قریب ہو جاتا ہے۔ فرائض لازم ہیں اس کے بغیر قرب کا کوئی سوال ہی نہیں ہے نوافل اس قرب کو آگے بڑھانے والے بنتے ہیں۔ فرماتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے یعنی میں ہی اس کا کارساز ہوتا ہوں اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں پس اس کیفیت میں مانگنے کی نفی نہیں ہے فرمایا نہ بھی مانگے تب بھی میں اس سے یہ سلوک کرتا ہوں لیکن جب مانگتا ہے تو اور بھی زیادہ پیار سے اس کو دیتا ہوں اور زیادہ بڑھا کر دیتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ بندہ تو حسن معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلے پر حد ہی کر دیتا ہے اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین اور آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اگر پچاس کروڑ انسان بھی اس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا اور محض ایک شخص کی خاطر ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین اور آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کلام میں برکت ڈالتا ہے اور اس کی تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اس کی پوشاک میں اور اس کی خوراک میں اور اس کی مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اس کا آپ جواب دیتا ہے وہ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ وہ اس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو اس کو دکھ دیتے ہیں آپ تلوار کھینچتا ہے اور ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے اور اپنی قضاو قدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے غرض پہلا خریدار اس کے روحانی حسن و جمال کا جو حسن معاملہ اور محبت ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے۔ پس کیا ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج ان پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں۔"

یہ ذکر جیسا کہ واضح ہے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر چل رہا ہے جب فرماتا ہے وہ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے تو معاً قرآن کریم کی اس آیت کی طرف توجہ منتقل ہوتی ہے

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (۸: ۱۸)

اے محمدؐ! تو نے دشمن پر کنکریوں کی مٹھی نہیں پھینکی۔ جب تو نے پھینکی۔ وہ اللہ تھا جس نے پھینکی اور دوسری جگہ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (۴۸: ۱۱)

کہہ کر صحابہؓ پر جو ہاتھ تھا اسے اللہ کا ہاتھ قرار دے دیا۔

پس ذکر الٰہی وہی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اللہ سے سیکھا اور خدا تعالیٰ کی ہدایت کے تابع اپنی ذات میں جاری کر کے دکھا دیا اسی ذکر کو پکڑیں اسی میں ساری کامیابی ہے وہی خدا سے دوستی بنانے کا ایک وسیلہ بنتا ہے اس کے سوا ساری ذکر کی باتیں محض افسانے اور کہانیاں ہیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

سال نو کی آمد کا جشن

مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک

(رپورٹ ہدایت زمانی)

(اخباری رپورٹوں سے ماخوذ)

لبنان

رائٹر کی اطلاع کے مطابق لبنان میں ہوائی فائرنگ کر کے سال نو کا استقبال کیا گیا۔ سڑکوں اور گلیوں میں بھاری تعداد میں پولیس کی موجودگی اور حکومت کی طرف سے پابندیوں کے باوجود لبنانیوں نے ۴۵ منٹ تک مسلسل جدید رائفلوں سے ہوائی فائرنگ کی۔

(روزنامہ آواز لندن ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

یوگوسلاویہ (سابقہ)

سرائیو میں واقع اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر کی عمارت پر بم گرنے کی وجہ سے خاصا نقصان ہوا مگر کسی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔ اقوام متحدہ کے سپاہی اس وقت بلڈنگ کے دوسرے حصہ میں جشن سال نو منانے میں مصروف تھے۔ سرائیو ریڈیو کے ایک اعلان کے مطابق سال نو شروع ہونے سے چند گھنٹے پہلے شہر میں سربوں کی بمباری کی وجہ سے پانچ افراد ہلاک اور ۳۸ زخمی ہوئے۔

(روزنامہ آواز لندن۔ ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

انگلستان

لندن میں ٹرافالگر اسکوائر میں نوے ہزار افراد نے سال نو کا جوش و خروش سے استقبال کیا۔ اس موقعہ پر پولیس فورس کے ایک ہزار سپاہی ڈیوٹی پر لگائے گئے تھے۔ ۱۹ افراد کو شراب پی کر بدمستی کرنے پر گرفتار کیا گیا اور تین افراد کو معمولی چوٹیں آئیں جبکہ ۱۹۸۳ء میں اس موقع پر تین افراد مارے گئے تھے اور ۵۰۰ کے لگ بھگ زخمی ہوئے تھے۔

(ڈیلی ٹیلیگراف لندن، یکم جنوری ۱۹۹۴ء)

ایڈنبرا

ایڈنبرا میں چالیس ہزار افراد نے سٹی سنٹر میں نئے سال کو خوش آمدید کہا۔ نشے میں دھت ہونے پر ۱۲ افراد کو گرفتار کیا گیا۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

برمنگھم

نو تعمیر شدہ مشہور مین ٹیزی اسکوائر میں ہونے والے سال نو کے جشن میں ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ سے زیادہ خواتین اور مردوں نے شرکت کی۔ رات پورے بارہ بجے موسیقی بند کر کے ایک زور دار دھماکے کے ساتھ سال نو کا اعلان کیا گیا۔ اور برمنگھم شہر تقریباً آدھ گھنٹہ کے لئے لال، پیلی، ہری، نیلی، گلابی، سفید اور فیروزی روشنیوں میں ڈوب گیا اور لوگ تالیاں بجا بجا کر روشنیوں کا استقبال کرتے رہے۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

فلپائن

فلپائن کے دارالحکومت منیلا میں سال نو کی تقریبات میں فائر کریکر کے دھماکوں، گن فائر اور چاقو زنی کے واقعات کے نتیجہ میں ۱۸ افراد ہلاک اور ۵۰۰ افراد زخمی ہوگئے۔ جبکہ دوسرے متعدد واقعات میں ایک ہزار تین سو افراد شدید زخمی ہوگئے۔ یاد رہے کہ فلپائنی حکومت نے فائر کریکر اور دوسرے دھماکہ خیز مواد کے استعمال پر پابندی لگا دی تھی مگر اس سال کی آمد پر بھی اتنے افراد ہلاک و زخمی ہوئے ہیں جتنے پچھلے سال ہوئے تھے۔

(روزنامہ آواز لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

امریکہ

امریکہ میں روایتی طریقہ سے سال نو کا خیر مقدم کیا گیا۔ سب سے بڑا اور تاریخی اجتماع نیویارک کے ٹائمز اسکوائر میں ہوا جہاں کم و بیش اڑھائی لاکھ افراد نے رقص و سرود اور مدہوشی کے عالم میں سال نو کو خوش آمدید کہا۔

(روزنامہ آواز لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

آسٹریلیا

آسٹریلیا میں پولیس اور شہریوں کے تصادم اور ایک شخص کے قتل ہونے کی تصدیق کی گئی ہے۔ آسٹریلوی حکومت نے پہلی مرتبہ عوامی تقریبات میں شراب پینے پر پابندی عائد کی تھی۔ تاہم کم و بیش ڈیڑھ سو افراد کی گرفتاری کی مختلف وجوہات بتائی گئی ہیں۔ سال نو کا سب سے بڑا جشن سڈنی میں ہوا۔ آسٹریلیا کے بائرن بے کے علاقہ میں پولیس اور جوشیلے نوجوانوں کے درمیان تصادم ہوا۔

(روزنامہ آواز لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

اٹلی

سال نو کی تقریبات میں آتش بازی اور گن فائر سے تین اطالوی مارے گئے۔

(روزنامہ آواز لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

ساؤتھ افریقہ

جوہانز برگ میں گزشتہ سال کے آخری چند لمحوں میں دو پولیس کے سپاہی مارے گئے اور ایک منی بس ٹیکسی پر گولیوں کی بوچھاڑ سے ۴ افراد زخمی ہوئے۔ ڈربن کے مشرق میں ایک منی بس ٹیکسی میں دھماکے کی وجہ سے ایک ۲۲ سالہ نوجوان زخمی ہو گیا۔

(روزنامہ جنگ لندن ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

بلجیم

برسلز میں گزشتہ شب سال نو کے جشن کے موقع پر ہونے والے پارٹی میں شریک افراد کے شور شرابہ سے تنگ آ کر ایک شخص نے ان پر فائرنگ کر دی جس سے ایک ۱۹ سالہ لڑکی ہلاک ہو گئی۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

پاکستان

ملک بھر میں سال نو کا جشن   رقص و سرود کی محفلیں، کلبوں میں زبردست رش، ۳۱ دسمبر کی شب سال نو کا آغاز "روایتی" انداز میں کیا گیا جس کے دوران بڑے بڑے شہروں کے فیشن ایبل علاقوں میں رقص و سرود کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ کراچی اور دیگر شہروں میں ۱۲ بجتے ہی زبردست ہوائی فائرنگ ہوئی اور پٹاخے چھوڑے گئے۔

پانچ ہزار پاکستانی عیاشوں نے نیو ایئر نائٹ بنکاک، ہانگ کانگ اور سنگاپور میں منائی۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

لاہور

پنجاب کلب میں سال نو کا جشن منانے والوں کا ہجوم تھا۔ رات بارہ بجے جب محفل عیش و طرب عروج پر پہنچی اور کلب میں رقصاں جوڑوں کے بوس و کنار کے، لئے جب روشنیاں گل کر دی گئیں تو کلب کے باہر جماعت اسلامی کے طلباء نے اپنی کارروائی شروع کر دی۔ ڈنڈوں اور اینٹوں سے دو سو گاڑیوں کو تباہ کر دیا اور پولیس پر شدید پتھراؤ کیا۔ اس دوران اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔ کئی طلباء اور پولیس والے زخمی ہو گئے۔ جن میں ایک ڈی ایس پی، دو ایس پی اور دو کانسٹیبل شامل ہیں۔

(روزنامہ آواز لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

رات کے بارہ بجتے ہی شہر بھر میں ہر طرف فائرنگ اور آتش بازی کی آوازیں سنائی دیں۔ نوجوانوں نے شراب کی بوتلیں کھول کر سر عام شراب پی کر نئے سال کو خوش آمدید کہا۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

اسلام آباد

میریٹ ہوٹل میں شراب کے دریا بہا دیئے گئے۔ نیم عریاں جوڑے رقص کرتے رہے۔

(روزنامہ آواز لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

رات بارہ بجکر ایک منٹ پر شراب کی بوتلیں رقص کرنے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر انڈیلی گئیں اور ہال نعروں سے گونج اٹھا۔ برطانوی، فرانسیسی، چینی، جاپانی، جرمن اور عرب ممالک کے سینکڑوں مرد و خواتین ان محافل میں شریک تھے۔ ہوٹل میں ہونے والی تقریب کی نگرانی صوبائی وزیر کر رہے تھے۔

(روزنامہ جنگ لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

ویٹی کن سٹی

پوپ جان پال نے ہفتے کے روز نیو ایئر ڈے کے موقع پر بہت بڑے ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالمی امن ہمارے لئے اس وقت سب سے بڑا چیلنج ہے۔ اس موقع پر پوپ جان پال نے سابقہ یوگوسلاویہ میں جاری خانہ جنگی پر بھی نہایت افسوس کا اظہار کیا۔

(روزنامہ آواز لندن، ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

عالمگیر جماعت احمدیہ

آخر پر ہم آپ کو دنیا کے ان ہنگامہ ہائے ہاو ہو سے مختلف اور انوکھے جشن سال نو کی روئیداد سناتے چلیں۔ آج سے چند سال قبل جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے سال نو کا کیسے آغاز کیا تھا خود ان کی زبانی سنئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"مجھے وہ لمحہ بہت پیارا لگتا ہے جو ایک مرتبہ لندن میں نئے سال کے موقعہ پر پیش آیا۔ یعنی اگلے روز نیا سال چڑھنے والا تھا اور عید کا سماں تھا۔ رات بارہ بجے لوگ ٹرافالگر اسکوائر میں اکٹھے ہو کر دنیا جہاں کی بے حیائیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ جب رات کے بارہ بجتے ہیں تو وہ پھر یہ

سمجھتے ہیں کہ اب کوئی تہذیبی روک نہیں۔ ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس وقت اتفاق سے وہ رات مجھے بوسٹن اسٹیشن پر آئی۔ مجھے خیال آیا جیسا کہ ہر احمدی کرتا ہے۔ اس میں میرا کوئی خاص الگ مقام نہیں تھا۔ اکثر احمدی اللہ کے فضل سے ہر سال کا نیا دن اسی طرح شروع کرتے ہیں کہ رات کے بارہ بجے عبادت کرتے ہیں۔ مجھے بھی موقعہ ملا میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا۔ اخبار کے کاغذ بچھائے اور دو نفل پڑھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر کھڑا ہو گیا ہے اور پھر نماز میں نے ابھی ختم نہیں کی تھی کہ مجھے سسکیوں کی آواز آئی۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا انگریز ہے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا ہے۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے کہا پتہ نہیں یہ سمجھا ہے کہ میں پاگل ہو گیا ہوں اس لئے شاید بے چارہ میری ہمدردی میں رو رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا مجھے کچھ نہیں ہوا میری قوم کو کچھ ہو گیا ہے۔ ساری قوم اس وقت نئے سال کی خوشی میں بے حیائی میں مصروف ہے اور ایک آدمی ایسا ہے جو اپنے رب کو یاد کر رہا ہے۔ اس چیز نے اور اس موازنے نے میرے دل پر اتنا گہرا اثر کیا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکا۔ چنانچہ وہ بار بار کہتا۔

God bless you, God bless you. God bless you.

خدا تمہیں برکت دے، خدا تمہیں برکت دے، خدا تمہیں برکت دے۔

(الفضل ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء)

چنانچہ امسال بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی روشنی میں عالمگیر جماعت احمدیہ کے افراد نے اپنے اپنے ممالک میں ۱۹۹۳ء کی آخری رات اور ۱۹۹۴ء کا طلوع ہونے والا پہلا دن تہجد اور دعاؤں میں گزارا۔ بنی نوع انسان کی تکالیف و مصائب سے نجات کی دعائیں مانگیں۔ بعض جگہوں پر بطور صدقہ جانور ذبح کئے گئے اور گوشت غرباء میں تقسیم کیا گیا۔

انٹرنیشنل احمدیہ مسلم ٹیلیویژن کی باقاعدہ سروس کے لئے پروگرام مرتب کیا گیا۔ جہاں سے اب تلاوت قرآن کریم، حمد باری تعالیٰ اور عشق رسول سے مخمور نظمیں اور نغمے نشر کئے جا رہے ہیں۔ اس طرح ٹیلی ویژن کے ذریعہ ساری دنیا کو پیغام حق پہنچایا جا رہا ہے۔

ہفت وار الفضل انٹرنیشنل اردو کا اجراء لندن سے کیا گیا جس کے ذریعہ دنیا کو اسلام کی صحیح تصویر پیش کی جاتی ہے اور دنیا کی تربیت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

ماہانہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت بڑھا کر دس ہزار کرنے کا اعلان کیا گیا اور اسے صاحب علم لوگوں میں مفت تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تا کہ دنیا تباہی کے گڑھے سے بچ کر اسلام کے محفوظ قلعے میں آ جائے۔

بوزنیا، کشمیر، فلسطین اور دنیا کے دیگر حصوں میں مظلوم انسانیت کی خدمت کرنے اور انکی مدد کے لئے وسائل کو بروئے کار لانے کا کام تیز تر کر دیا گیا۔

سال نو کے آغاز پر خوشی کا اظہار کرنا، ایک دوسرے کو مبارکباد دینا، آئندہ سال کے لئے نیکی کے کاموں کی منصوبہ بندی کرنا وغیرہ تو بہت احسن بات ہے مگر خرافات میں مبتلا ہو کر سینکڑوں ہزاروں گھرانوں کے سکون کو برباد کر دینا، بے پناہ دولت کو چشم زدن میں بھسم کر کے رکھ دینا، بدمست ہو کر غیر اخلاقی حرکات کا مرتکب ہونا، کہاں کی عقلمندی ہے۔

اس لئے ہم تمام دنیا کے ارباب حل و عقد سے اپیل کرتے ہیں کہ آئندہ ایسے مواقع پر لہو لعب کی محفلیں برپا کرنے کی بجائے وہ طریق اختیار کریں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اسی طریق پر عمل پیرا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی فلاح و نجات اسی میں ہے۔

(مرتبہ - عبدالماجد طاہر)

مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کا قیام (براعظم یورپ)

۱- بیلجیئم

۱۹۲۰ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے بیلجیئم کا دورہ کیا اور پھر ۲۶ نومبر ۱۹۴۸ء کو ملک عطاء الرحمٰن صاحب مبلغ فرانس تبلیغ کی خاطر بیلجیئم تشریف لے گئے۔ باقاعدہ مشن کا آغاز ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء کو ہوا۔ ۲۹ اگست ۱۹۸۵ء کو مشن ہاؤس کی عمارت جس کا نام حضور انور نے "بیت السلام" رکھا خریدی گئی۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کا افتتاح فرمایا۔ اب یہاں جماعت تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور ملک میں کئی جگہ باقاعدہ جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔

۲- ڈنمارک

ستمبر ۱۹۵۸ء میں مکرم سید کمال یوسف صاحب اوسلو (ناروے) سے کوپن ہیگن (ڈنمارک) دورہ پر تشریف لائے۔ آپ نے مختلف لیکچرز اور اخبارات کو انٹرویو دیئے۔ ۱۹۵۹ء میں جرمن مشن سے چوہدری عبداللطیف صاحب ڈنمارک تشریف لائے اور سید کمال یوسف صاحب کے ساتھ ملکر لیکچر دیئے۔ باضابطہ مشن کا قیام مارچ ۱۹۶۱ء کو ہوا جب سید کمال یوسف صاحب اوسلو (ناروے) سے کوپن ہیگن (ڈنمارک) منتقل ہوئے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے بہت ترقی کی ہے اور اب کئی فعال جماعتیں قائم ہو چکی ہیں

۳- جرمنی

اس مشن کا قیام ۱۹۲۳ء میں مکرم مولوی مبارک علی صاحب اور ملک غلام فرید صاحب کے ذریعہ عمل میں آیا۔ یہ مشن ۱۹۲۴ء کو بند کر دیا گیا۔ اس کا دوبارہ قیام مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب کے ذریعہ ہوا جو ۲۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو قادیان سے لندن کے لئے روانہ ہوئے اور پھر کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد ہالینڈ سے ہوتے ہوئے ۲۰ جنوری ۱۹۴۹ء کو جرمنی (ہمبرگ) پہنچے اور دوبارہ مشن کا آغاز کیا۔

۴- فرانس

دورہ یورپ ۱۹۲۴ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۲۶ اکتوبر تا ۳۱ اکتوبر فرانس میں قیام کیا۔ اس مشن کا قیام مکرم ملک عطاء الرحمٰن صاحب اور مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب کے ذریعہ ہوا جو فروری ۱۹۴۵ء کو مرکز سے روانہ ہوئے اور مئی ۱۹۴۶ء کو فرانس پہنچے۔ بعد میں جنگ کی وجہ سے یہ مشن بند ہو گیا۔

اس مشن کا دوبارہ احیاء ۱۹۸۲ء کو ہوا۔ ستمبر ۱۹۸۵ء کو مشن ہاؤس کی عمارت خریدی گئی۔ جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو فرمایا۔ فرانس میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔

۵- ہالینڈ

اس مشن کا قیام ۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب کے ذریعہ ہوا۔ اس سے قبل حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے ۱۹۲۰ء میں ہالینڈ کا دورہ کیا تھا۔ ہالینڈ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ چند سالوں میں جماعت نے ترقی کی ہے اور نن سپیٹ کے مقام پر ایک نیا مشن ہاؤس بھی خریدا گیا۔

۶- ناروے

سکنڈے نیویا ممالک کے مبلغ مکرم سید کمال یوسف صاحب ۱۹۵۸ء میں سٹاک ہام (سویڈن) سے اوسلو (ناروے) منتقل ہو گئے اور یہاں مشن کی ابتداء کی۔ ناروے مشن کا باقاعدہ قیام ۱۹۸۰ء میں ایک عمارت خرید کر کیا گیا اور سید کمال یوسف صاحب ناروے کے مبلغ انچارج مقرر ہوئے۔ یکم اگست ۱۹۸۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسجد نور۔ ناروے کا افتتاح فرمایا۔

۷- سوئٹزرلینڈ

اس مشن کا قیام مکرم شیخ ناصر احمد صاحب کے ذریعہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو عمل میں آیا۔ اب یہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک مضبوط جماعت قائم ہو چکی ہے۔

۸- سویڈن

۱۹۵۶ء میں سکنڈے نیویا کے مبلغ مکرم سید کمال یوسف صاحب جرمنی کے مبلغ انچارج چوہدری عبداللطیف صاحب کے ہمراہ گوٹن برگ پہنچے۔ اس طرح یہاں مشن کا قیام عمل میں آیا۔ ان سے قبل مکرم غلام احمد صاحب بشیر مبلغ ہالینڈ، سویڈن کا دورہ کر چکے تھے۔ سویڈن کی پہلی مسجد، مسجد ناصر، کا سنگ بنیاد ۱۹۷۵ء کو اور افتتاح ۲۰ اگست ۱۹۷۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا۔ بعد میں مالمو کے مقام پر ایک مشن خریدا گیا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں پر ایک مضبوط اور فعال جماعت قائم ہے۔

۹- سپین

اس مشن کا قیام ۱۰ مارچ ۱۹۳۶ء کو مکرم ملک محمد شریف صاحب کے ذریعہ عمل میں آیا۔ بعد میں اندرون ملک خانہ جنگی کی وجہ سے بند کر دیا گیا اور ملک صاحب سپین سے جنوری ۱۹۳۷ء میں اٹلی چلے گئے۔

اس مشن کا دوبارہ قیام مکرم محمد اسحٰق ساقی صاحب اور مکرم کرم الٰہی صاحب ظفر کے ذریعہ ۱۰ جون ۱۹۴۶ء کو ہوا۔ جو ۸ دسمبر ۱۹۴۵ء کو قادیان سے روانہ ہوئے۔ ۶ ماہ قیام کے بعد سپین کے دارالحکومت میڈرڈ پہنچے۔

سپین میں قرطبہ سے ۲۰ میل دور پیدرو آباد کے مقام پر ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسجد بشارت کا سنگ بنیاد رکھا اور دس ستمبر ۱۹۸۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کا افتتاح فرمایا۔

بقیہ صفحہ ۱۴ پر

بقیہ: اسلامی معاشرہ

کی بنیاد پر تفریق ہے۔ اس عفریت نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ظلم و ستم میں مبتلا کر کے نگل لیا ہے۔ ساؤتھ افریقہ میں ملک کی سیاہ فام اکثریت کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے وہ اسی جدید یورپی تہذیب کی پیداوار ہے۔ امریکہ میں سیاہ فام اقوام کے ساتھ جو ظالمانہ اور بہیمانہ سلوک کیا گیا ہے اور جو ابھی ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ برطانیہ اور یورپ کے دیگر ممالک میں رنگ و نسل کی تفریق نے ان ممالک میں سیاہ فام اقوام کے افراد کے خلاف نفرت اور غضب کو بھڑکا دیا ہوا ہے۔ یہ درست ہے کہ ان ممالک میں ایسے قوانین موجود ہیں جو رنگ و نسل کی بنیاد پر امتیاز کو جرم قرار دیتے ہیں۔ اور سزا بھی تجویز کرتے ہیں لیکن چونکہ ان قوانین کی بنیادیں مذہب اور روحانی اقدار پر استوار نہیں ہیں اسلئے دلوں کے اندر تغیر اور ذہنوں سے رنگ و نسل کی تفریق مٹانا ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ قوانین کے پس پردہ اگر صحیح نیت کا فقدان ہو تو ایسے قوانین انقلاب انگیز نہیں ہوا کرتے۔ یہ جرائم کی ظاہری روک تھام میں تو کسی حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن معاشرہ سے بدی کو جڑھ سے اکھاڑنے میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ اس کے بالمقابل درس مساوات دیتا ہے۔ اس کے نزدیک رنگ و نسل یا دولت و حشمت کبھی بھی وجہ امتیاز نہیں بنتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ⑬

(الحجرات: ۱۴)

یعنی اے لوگو! ہم نے تم کو قوموں اور برادریوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے کہ تمہیں آپس میں پہچاننے میں آسانی ہو۔ ورنہ اصل بات یہ ہے کہ تم میں سب سے معزز وہ ہے جو زیادہ خداترس اور پاکباز ہو۔

یہ اسلامی تہذیب کا کمال ہے۔ باوجود اس کے کہ اسلامی ممالک میں بوجوہ انحطاط اور روحانیت کے فقدان کے کئی برائیوں نے جڑ پکڑی ہے۔ لیکن آج بھی اسلامی ممالک رنگ و نسل کے امتیاز و تفریق کی لعنت سے کافی حد تک پاک ہیں۔ جب آپ دن میں پانچ وقت کندھے سے کندھا ملا کر نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو آپ میں سے کسی کو بھی یہ خیال تک نہیں آتا کہ میرے دونوں کندھوں کے ساتھ کندھا ملانے والے گورے ہیں یا کالے، امیر ہیں یا غریب۔ جس قوم کو دن میں کم از کم پانچ مرتبہ درس مساوات دیا جاتا ہو اس کے معاشرہ میں بھلا یہ برائی کیونکر جڑ پکڑ سکتی ہے۔ اسلام نے ہر قوم و نسل اور ہر رنگ کے انسان کی دینی و مادی ترقی کے لئے یکساں مواقع فراہم کئے ہیں۔

یورپین معاشرہ آج جن خوفناک مسائل کا شکار ہے اس میں سرفہرست مے خواری اور جوئے بازی کی کثرت ہے۔

ماڈرن یورپین معاشرہ میں جس چیز نے تباہی مچائی ہے وہ کثرت مے خواری ہے۔ ہر سال ان کے بجٹ کا متعدد بہ حصہ شراب نوشی پر صرف ہوتا ہے۔ شراب نوشی کے نتیجہ میں ہر سال ہزاروں افراد حوادث کا شکار ہوتے ہیں۔ اس بد عادت کی وجہ سے ہزاروں بلکہ لاکھوں گھروں کا امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ اس کا اثر عائلی زندگی پر بری طرح پڑتا ہے۔ شراب نوشی اور زنا کاری و جوئے بازی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ گویا شراب کی لعنت کئی دیگر جرائم کو جنم دینے میں مد ہوتی ہے۔

اسلام نے شراب کی کلیتاً ممانعت فرمائی ہے لیکن اس کی ادویہ وغیرہ میں افادیت کو بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ۗ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝

(سورہ بقرہ: ۲۲۰)

یعنی وہ تجھ سے شراب اور جوئے کی بابت پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ ان کاموں میں بڑا گناہ اور نقصان ہے اور لوگوں کے لئے ان میں کئی ایک فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ اور نقصان ان کے فوائد سے بہت زیادہ ہے۔

اسلام کی اس کے خوبصورت تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان اس خوفناک برائی سے بچے ہوئے ہیں اور مسلمان ممالک کی اکثریت ایسی ہے جن میں شراب نوشی کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

ہماری نئی نسل جو مغرب میں پروان چڑھ رہی ہے اور جنہیں جگہ جگہ شراب کے چیلنج کا سامنا ہے ہمارا فرض ہے کہ انہیں شراب کے مضرات سے پوری طرح آگاہ کریں۔ اسلامی تعلیمات ان کے ذہن نشین کرائیں اور جہاں بھی ہمیں اس برائی کے ارتکاب کا علم ہو فوری انسداد کی کوشش اور جدوجہد کریں۔ خداتعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر یہ کتنا عظیم احسان ہے کہ باوجود اس کے ایک بڑی تعداد احمدیوں کی یورپ، امریکہ وغیرہ میں آباد ہے ان کا معاشرہ شراب اور جوئے کی لعنت سے بالکل پاک ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

جوئے کی عادت بھی قومی تباہی کا باعث بنتی ہے۔ "جس طرح شراب جسم اور اخلاق اور روحانیت کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ اسی طرح جوا بھی اخلاق اور تمدن کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔ جوئے کا عادی اگر جیتتا ہے تو ہزاروں گھروں کی بربادی کا موجب ہو کر پھر جوئے باز میں زمین اور روپیہ لٹانے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ شاید ہی کوئی جوئے باز ایسا ہو جو روپیہ سنبھال کر رکھتا ہو..... جوا عقل اور فکر کو بھی کمزور کرتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صہ ۴۹۳)

آج دنیا بھر میں اسلام کے اس حسین، پر امن اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ کے قیام کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر ڈالی ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم جہاں بھی ہوں اسلامی معاشرہ اپنے گھروں میں قائم کریں اور آہستہ آہستہ جماعت کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ بھی قائم کرتے چلے جائیں لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم خود اسلامی معاشرہ کے دائرہ میں اپنے آپ کو مقید کریں اور اسلامی قوانین و ضوابط کو بوجھ نہ سمجھیں اور اس کی خوبصورتی کو دلائل اور عمل کے ساتھ اپنی نئی نسل پر اجاگر کریں۔ یہ کام مشکل تو ہے لیکن ناممکن ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہماری رہنمائی فرمائے۔ آمین۔

بقیہ
جماعت احمدیہ دہلی کے سنہری دور کی ایک جھلک
اس دور کے بعض مجاہدین فی سبیل اللہ کا ذکر خیر

ڈپٹ ہوتی لیکن ان چکنے گھڑوں پر کوئی اثر نہ ہوتا اس کے برخلاف میں اپنی گھریلو اور جماعتی تربیت کے زیر اثر بہت محنت اور دیانت داری سے اپنے کام میں مصروف رہتا اور دفتری اوقات کے بعد بھی دیر تک کام میں مصروف رہ کر پوری دیانتداری سے اپنے فرائض سرانجام دیتا۔ اس لئے افسران مجھ سے بہت خوش رہتے۔ دفتر میں مسٹر مہاجن نامی ایک سپرنٹنڈنٹ تھے وہ روزانہ دفتری اوقات کے بعد دیر تک کام کرنے کے عادی تھے۔ ایک روز وہ مجھ سے کہنے لگے مسٹر مسعود! کیا تم احمدی ہو! میں نے اثبات میں جواب دیا لیکن پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں احمدی ہوں۔ انہوں نے کہا تمہاری محنت، دیانتداری اور کام میں انہماک کی کیفیت دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ تم ضرور احمدی ہو گے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں پہلے پی ڈبلیو ڈی میں ملازم ہوا تھا جس سیکشن میں متعین ہوا وہاں دو مسلمان نوجوان پہلے سے کام کر رہے تھے اور وہ دونوں آپس میں سگے بھائی تھے وہ تھے احمدی مسلمان اور کام بہت محنت اور دیانتداری سے کرتے تھے۔ دفتر بھر میں ان کی اور دوسرے احمدی ملازمین کی ایمانداری اور دیانتداری کا بہت شہرہ تھا۔ ویسی ہی محنت اور دیانت داری جو فی زمانہ عنقاء ہے اب میں نے تم میں دیکھی ہے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ تم بھی ضرور احمدی ہو گے۔ میں نے کہا ان دونوں بھائیوں کے نام عبدالحمید اور عبدالمجید تو نہیں تھے؟ فوراً بولے بالکل یہی نام تھے ان دونوں کے کیا تم انہیں جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ وہ دونوں میرے بزرگ ہی نہیں میرے مربی و محسن ہیں میں انہی کا تربیت یافتہ ہوں۔ کہنے لگے اس میں کوئی شک نہیں احمدی بہت محنتی اور ایماندار ہوتے ہیں۔ ہندو ہونے کے باوجود میرے دل میں ان کی محنت اور ایمانداری کی بہت قدر ہے۔ مسٹر مہاجن نے اس

قیام پاکستان کے بعد محترم مولوی عبدالحمید صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب نے کراچی میں رہائش اختیار کی اور جب تک صحت نے اجازت دی دونوں جماعتی کاموں میں پوری سرگرمی کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ محترم مولوی عبدالحمید صاحب کی وفات کے بعد اب محترم مولوی عبدالمجید صاحب کی وفات جماعت احمدیہ کراچی کے لئے بالعموم اور ان تمام احباب کے لئے بالخصوص جو پارٹیشن سے ماقبل کے زمانہ میں جماعت احمدیہ دہلی سے متعلق رہے ہیں بہت صدمہ اور افسوس کا موجب ہوئی ہے۔ یہ دونوں قیمتی وجود جماعت احمدیہ دہلی کے سنہری دور کی آخری یادگار تھے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ان دونوں مجاہد بھائیوں کی مغفرت فرمائے اور ان کی اولادوں اور نسلوں کا دین و دنیا میں حامی و ناصر ہو۔ آمین

بقیہ
مجھے یہ کفر بہتر ہے ترے اسلام سے توبہ

سے نکال باہر کریں۔ چنانچہ انہیں نکال دیا گیا۔ اب مستورات کو بحفاظت گھروں تک پہنچانے کا مرحلہ درپیش تھا جن میں بیشتر غیر احمدی خواتین بھی تھیں۔ چنانچہ کچھ لاریاں منگوائی گئیں اور ان میں خواتین کو سوار کرا کے ہر لاری پر چار خدام بطور پاسبان مقرر ہوئے۔ پہلی لاری پر ثاقب زیروی صاحب کی ڈیوٹی تھی جو ان دنوں کو آپریٹو کے محکمے میں ملازم تھے اور اس دن کی رخصت لے کر آئے تھے۔ اس لاری پر حملہ ہوا۔ ثاقب صاحب اور ان کے ساتھی زخمی ہوئے لیکن میدان جلد ہی صاف ہو گیا۔ رات کو پولیس نے دفعہ ۱۰۷/ ۱۵۱ تعزیرات ہند کے تحت ۲۱ احمدی نوجوانوں کو پکڑ لیا جن میں اس نظم کا خالق بھی تھا۔ جب اسے دہلی میں تین دن گزر گئے تو اس کے غیر احمدی تحصیلدار دوست (اسلام الدین چوہدری) نے تار دیا کہ تاخیر کی وجہ کیا ہے۔ یہ نظم اسی تار کا جواب ہے۔ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کو یہ نظم اس قدر پسند تھی کہ آپ اسے بزبان شاعر سننے کے لئے ایک دفعہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں تشریف لائیں۔

[ادارہ]

بقیہ:۔ مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کا قیام

۱۰۔ پولینڈ

پولینڈ میں تبلیغی کوششوں کا آغاز ۱۹۳۷ء میں ہوا جب مکرم حاجی احمد خان ایاز صاحب حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر ہنگری سے پولینڈ تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ وارسا میں کام کرنے کے بعد چیکوسلواکیہ آ گئے۔ اس وقت پولینڈ میں ۱۸ افراد احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ بعد میں یہ مشن نامساعد حالات کی بنا پر بند کر دیا گیا۔ اس مشن کا دوبارہ قیام ۱۹۹۱ء میں ہوا جب مکرم حامد کریم صاحب ہالینڈ سے پولینڈ تشریف لے گئے اور مشن ہاؤس کی عمارت خریدی۔ اب یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے باقاعدہ جماعت قائم ہو چکی ہے۔

(جاری ہے۔۔)

اسیران راہ مولیٰ کے لئے
خصوصی دعاؤں کی درخواست

احباب جماعت سے اسیران راہ مولیٰ کی جلد رہائی کے لئے خاص طور پر دردمندانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عظیم قربانیوں کو قبول فرمائے۔ ان کے بیوی بچوں اور تمام لواحقین کو صبر و استقامت او بہترین اجر عطا فرمائے۔

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS
081 877 0762

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
ON TELEPHONE
081 874 8902
OR SEND YOUR ADVERT FOR A QUOTE ON FAX NO.
081 870 0919

SCL
DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES DIRECT TO PUBLIC
4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL, MIDDLESEX UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

ہم نے پستی سے بلند ہوتی اٹھانیں دیکھیں

شہر کی ساری فصیلوں پہ مچانیں دیکھیں
راہ مولیٰ میں تڑپتی ہوئی جانیں دیکھیں

ہم نے اس دور میں آواز اٹھائی حق کی
جس میں سب گنگ شرافت کی زبانیں دیکھیں

ہاں وہی دَور جسے دور ضیاء کہتے ہیں
ہم نے اس دَور میں بند ہوتی اذانیں دیکھیں

عدل و انصاف کا سنتے تھے کہ سستا ہوگا
لینے نکلے تو سبھی بند دکانیں دیکھیں

جس کو صیّاد نے پھندے میں پھنسانا چاہا
اسی طائر کی فضاؤں میں اڑانیں دیکھیں

ہم نے افلاک سے گرتے ہوئے منظر دیکھے
ہم نے پستی سے بلند ہوتی اٹھانیں دیکھیں

وہ جو تھا تخت نشینی کے نشہ میں مخمور
راکھ کے ڈھیر میں اس شاہ کی شانیں دیکھیں

(ابوالفائز۔ لندن)

دعاایک تنکے کوشہتیر کی طاقت عطا کرسکتی ہے

دعاایک ایسی طاقت ہے جو ایک تنکے کو شہتیر کی طاقت عطا کر سکتی ہے۔اور دعا ہی سے قطرے سمندر بنا کرتے ہیں۔ آپ کی نصیحت کے قطرے بیکار جائیں گے اور ارد گرد کی پیاسی زمین ان کو جذب کر کے ان کا نشان بھی باقی نہیں چھوڑے گی۔ہاں اگر دعا کی برکت ان کو حاصل ہوئی تو پھر ضرور سمندر بنیں گے۔ ضرور کل عالم کی پیاس بجھانے کی صلاحیت حاصل کرلیں گے۔ پس دعاؤں کے ذریعہ اپنے ہم وطنوں کی بھی مدد کریں۔ ظالموں کے ہاتھ روک کر مظلوموں کی بھی مدد کریں اور نصیحت کرتے چلے جائیں تاکہ دنیا میں سچ کا بول بالا ہو اور بالآخر انسان کو عقل آجائے۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

[illegible]
لندن آپ کو باقاعدہ مل رہا ہے؟ اور کیا آپ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو آج ہی حسب ذیل پتہ پر رابطہ کرکے اسے اپنے نام لگوالیں

اخبار کا سالانہ چندہ
برائے برطانیہ = ۲۵ پاؤنڈ
برائے یورپ = ۲۷ پاؤنڈ
برائے امریکہ، کینیڈا
و دیگر ممالک = ۳۶ پاؤنڈ

رابطہ کے لئے پتہ:
16 Gressenhall Rd.,
London SW18 5QL,
U.K.
فون: ۰۸۱-۸۷۰۰۹۱۹
فیکس: ۰۸۱-۸۷۰۰۹۱۹

اپنے مراسلات اور مضامین صاف کاغذ پر اور خوشخط تحریر میں روانہ کریں

قسط ۱

اکرام ضیف، صاحب ایمان کا ایک بنیادی وصف

اسلام کی پیاری تعلیم مہمان نوازی کو ایک بنیادی وصف کے طور پر پیش کرتی ہے اور اسلام نے دیگر ادیان عالم کی نسبت مہمان نوازی کے بارہ میں جو تعلیم دی ہے وہ نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکرام ضیف کا تاکیدی ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی مہمان کی عزت اور اس کا حقیقی احترام کیا جائے۔ کھانا وغیرہ کھلانا تو ضمنی امور ہیں۔ اگر معاشرہ میں اکرام ضیف کا خلق اور شعور پیدا ہو جائے تو مہمان کی خدمت اور طعام و قیام کے انتظامات اس کے نتیجہ میں نہایت احسن طور پر انجام پاتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فالیکرم ضیفہ" کے مطابق ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اکرام ضیف کا خلق اپنے اندر پیدا کرے۔ کیونکہ اکرام ضیف میں انسان کے ظاہری عزت و اکرام سے لے کر اس کے جذبات کا خیال، اس کی ضروریات کی دیکھ بھال، اس کے قیام و طعام کا بندوبست، اس کی بے لوث خدمت، خاطر تواضع، اس کے لئے ایثار اور قربانی کا جذبہ، خود بھوکا رہ کر اسے سیر کرکے خوش ہونا، بلا تکلف اور بغیر کسی صلہ، انعام کے لالچ یا معاوضہ کے مہمان کی ضروریات خوشدلی اور خندہ پیشانی سے پوری کرنا تک شامل ہیں۔ اس لئے اکرام ضیف کا بنیادی وصف اپنے اندر پیدا کرنا لازم ہے کیونکہ اس وصف کو ایمان کی علامت بتایا گیا ہے۔ یہ وصف سب سے بڑھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اکرام ضیف اور مہمان نوازی کے لحاظ سے نہایت خوبصورت نمونہ پیش کرتی ہے۔ ابتداء ہی سے یہ اعلیٰ وصف آپ کے اخلاق حمیدہ کا لازمی جزو تھا چنانچہ پہلی وحی کے موقعہ پر حضرت خدیجہ نے آپ کو حوصلہ و تسلی دلاتے ہوئے جو بے ساختہ اپنے تاثرات کا اظہار آپ کے بارے میں کیا۔ اس میں یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ آپ تو مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حقیقی مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ پہلو بھی نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے جو آپ نے فرمایا کہ "ما انا من المتکلفین" نہ آپ مہمان بن کر تکلف کرتے نہ میزبان ہو کر کبھی آپ نے تکلف کیا۔

مہمان نوازی کا ثمر

اکرام ضیف تالیف قلوب کا ایسا ذریعہ ہے جو بسا اوقات حصول ایمان پر منتج ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر مہمان ٹھہرا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دودھ سے اس کی خاطر تواضع کی جائے۔ چنانچہ اسے دودھ پلانا شروع کیا گیا۔ اس نے ایک بکری کا دودھ پی لیا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ دوہ کر اسے پلایا گیا۔ وہ بھی پی گیا۔ پھر تیسری اور چوتھی بکری کا۔ یہاں تک کہ سات بکریوں کا دودھ سے پلایا گیا تب وہ سیر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی اور حسن سلوک سے وہ اتنا متاثر ہوا کہ اگلے دن اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضورؐ نے دوسرے دن پھر اس کے لئے دودھ لانے کا حکم دیا۔ اس روز ایک بکری کا دودھ تو اس نے پی لیا لیکن دوسری بکری کا سارا دودھ نہ پی سکا۔ بلکہ اس میں سے کچھ بچ رہا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ صاحب ایمان ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ حضورؐ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کو ایمان کی دولت کے ساتھ صبر و حوصلہ اور قناعت بھی عطا فرماتا ہے۔ اس واقعہ میں مہمان اور میزبان دونوں کے لئے سبق ہے۔

اپنے ہاتھ سے مہمان کی خدمت

فتح خیبر کے موقع پر حبشہ کے مہاجرین حضرت جعفر طیار کی سرکردگی میں واپس آئے۔ ان میں نجاشی کا بھیجا ہوا ایک وفد بھی تھا۔ حضورؐ خود ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خدمت کیا کرتے تھے۔ آپ کے صحابہؓ نے عرض کی حضور! ہم خدام جو خدمت کے لئے حاضر اور موجود ہیں آپ خود کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان لوگوں نے ہمارے صحابہ کی عزت کی ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ خود ان کی مہمان نوازی کروں کہ ان کے احسان کا بدلہ یہی ہے۔

(بشکریہ الفضل ربوہ یکم نومبر ۱۹۹۳ء)

A.Z. ELECTRICS
18 Brookwood Road
Southfields, London SW18 5BP
Tel. 081 877 3492 Fax 877 3518

For Video, Television &
Eelectronic Spares

Semiconductors
Remote Controls
Video Heads etc.

Visa and Access Cards Accepted for
Postal Despatch

Nearest Underground: SOUTHFIELDS
District Line

REVIEW OF RELIGIONS

A monthly magazine designed to educate and enlighten its readers on religious, social, economic and political issues with particular emphasis on Islam. To ensure that you regularly receive this monthly publication please fill in the details below and send the completed form with your remittence to:

The Subscription Manager,
16 Gressenhall Road, London,
SW18 5QL, England

Please put my name on the mailing list for the Review of Religions for one year. I enclose a CHEQUE/BANKERS DRAFT of ....
Name..
Address......................................
....
....
....
....

ANNUAL SUBSCRIPTION RATES:
UNITED KINGDOM £15.00 STERLING
OVERSEAS US $30.00
DO NOT SEND CASH PLEASE

AL FAZL INTERNATIONAL WEEKLY -LONDON
ISSN:1352 9587
TELEPHONE NO. 081 870 0919
FAX NO. 081 870 0919

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شادی کی مبارک تقریب

محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب کے دو صاحبزادوں کی شادی محترمہ صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ و نواب شاہد احمد خان صاحب ابن حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی دو صاحبزادیوں سے یکم جنوری ۱۹۹۴ء کو انجام پائی۔ عزیزم مکرم مرزا توفیق احمد صاحب کی شادی عزیزہ مکرمہ امۃ المعطی خرم صاحبہ سے اور عزیزم مکرم مرزا توصیف احمد صاحب کی شادی عزیزہ مکرمہ امۃ الاکبر ماریہ صاحبہ سے انجام پائی۔

تقریب رخصتانہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر نے کی بعد ازاں عزیز مکرم مرزا نبیل احمد صاحب ابن مکرم مرزا عمر احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعائیہ اشعار ترنم سے سنائے جس کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے دعا کرائی۔

اگلے روز مورخہ ۲ جنوری ۱۹۹۴ء بروز اتوار دعوت ولیمہ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں بھی محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد نے دعا کرائی۔ رخصتانہ و ولیمہ کی تقاریب دارالصدر حلقہ مسجد مبارک کی درمیانی چاردیواری میں منعقد ہوئیں۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں شادی کی ان مبارک تقریبات کی ہر جہت سے کامیابی اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان جوڑوں کی نئی زندگی کا یہ سفر دین و دنیا کے لئے لامتناہی کامیابیوں کا سبب بنائے۔ آمین۔

مکرم میاں عبدالحی صاحب مبلغ انڈونیشیا وفات پاگئے

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ میاں عبدالحی صاحب مبلغ انڈونیشیا، ۱۹ جنوری ۱۹۹۴ء کو لاہور، پاکستان میں وفات پاگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میاں صاحب ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء کو قادیان میں پیدا ہوئے تھے۔ یکم مئی ۱۹۳۸ء کو قادیان کے مجاہدین تحریک جدید کے ساتھ وابستہ ہوئے اور ۱۹۴۶ء کو پہلی مرتبہ اعلائے کلمہ اسلام کے لئے سنگاپور بھجوائے گئے۔ چار سال وہاں خدمت بجا لانے کے بعد انڈونیشیا میں متعین ہوئے۔ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۰ء تک پاکستان میں کراچی، واہ کینٹ، اور ربوہ میں مختلف دینی خدمات سرانجام دیں۔ پھر ۱۹۸۰ سے ۱۹۸۷ تک دوبارہ انڈونیشیا میں جہاد تبلیغ میں مصروف رہے۔ وہاں سے واپسی کے بعد تادم آخر تحریک جدید سے منسلک رہے۔ حضور نے ان کی نماز جنازہ ۲۱ جنوری کو پڑھائی۔ حضور نے اپنے خطبہ جمعہ میں ان کی وفات کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا:

"جہاں تک خدمت دین کا تعلق ہے یہ ایک لمبا عرصہ یعنی ۵۵ سال تک واقف زندگی کے طور پر مختلف مناصب پر خدمت دین سرانجام دیتے رہے۔ نہایت میٹھا مزاج تھا۔ طبیعت میں بہت نرمی اور رفق پایا جاتا تھا۔ شفقت تھی۔ دوستوں کے ساتھ اچھے دوست۔ مسکرانے والے، اچھی باتوں پر ہنسنے والے بری بات کہو تو خاموش ہو کر الگ ہو جانے والے تھے۔ اس قسم کا مزاج تھا جو دیکھنے میں ہی ایک پاکیزہ مزاج دکھائی دیتا ہے۔ صاف ستھرا پاکیزہ مزاج اور خدمت بھی بے لوث کی ہے اور مسلسل کی ہے۔ ہر حالت میں کی ہے۔ سخت بیماری کی حالت میں بھی جب کہ کینسر کے مریض تھے تب بھی آپ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خدمت دین کو اسی طرح سرانجام دیتے رہے جیسے آپ کا عزیز ترین کوئی مشغلہ ہو جس کے بغیر آپ کو زندگی کا لطف نہ آئے۔"

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مبارک تمہیں سال نو ساقیا

دِوانہ پھرے کُو بکُو ساقیا!
نہ بھائے اسے رنگ و بُو ساقیا!

تری بزم کا ہو کے رہ جاؤں میں
یہی ہے فقط آرزو ساقیا!

یہ خارِ مُغیلاں مری راہ کے
فقط مانگتے ہیں لہو ساقیا!

لہُو ہے امانت فقط آپ کی
شہادت کی ہے جستجو ساقیا!

ملے وصل کا مژدہ جانفزا
شب و روز ہو گفتگو ساقیا!

چلے آوَ! گر میکدے میں کبھی
تو بھر جائیں سارے سبُو ساقیا!

عقیدت کا جام لبالب ملے
تو بہتی عقیدت کی جُو ساقیا!

تیری بزم کا حسن بڑھتا رہے
میں بیٹھا رہوں رُوبرُو ساقیا!

یہ غنچے محبت کے کھلتے رہیں
مہکتے رہیں چار سُو ساقیا!

قلم سے میں تلوار کا کام لوں
بدل دوں زمانے کی خُو ساقیا!

مُبارک تمہیں سال نَو ساقیا
مُبارک یہ ٹی وی کی رَو ساقیا!

تیرے دَم قدم سے یہ بڑھتی رہے
خلافتِ حقہ کی ضَو ساقیا!

(محمد امجد، کھاریاں، پاکستان)

تصحیح

احباب اخبار الفضل انٹرنیشنل مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۹۴ء میں صفحہ اول پر شائع شدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس کی لائن نمبر ۹ میں "اپنے بھائی کو سفیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے" کی درستی یوں فرما لیں۔

"اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے"۔

ادارہ اس فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

الفضل انٹرنیشنل ہمیں کیوں پڑھنا چاہئے

اس لئے کہ

- ○ یہ مرکز سلسلہ اور آپ کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہے۔
- ○ اس کے مطالعہ سے آپ کو روحانی تسکین ہوتی ہے۔
- ○ اس میں درج ملفوظات و ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے احمدیت آپ کے ازدیاد ایمان کا موجب بنتے ہیں۔
- ○ اس میں ہمارے محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات اور خطابات کا مکمل متن شائع ہوتا ہے۔
- ○ یہ اہل علم حضرات کے ٹھوس علمی اور تحقیقی مضامین اور صاحب طرز شعراء کے کلام کے ذریعہ دنیا بھر کی دینی اور اخلاقی تربیت میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔
- ○ یہ ایک روحانی چشمہ ہے جو آپ کو اور آپ کی نسلوں کو روحانی اور علمی سیرابی کا موجب ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیے اور آج ہی الفضل انٹرنیشنل اپنے نام جاری کروائیے۔

جرمنی میں انٹرنیشنل ٹورنامنٹس کا انعقاد

احباب نوٹ فرمالیں کہ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی امسال اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مورخہ ۲۵ تا ۲۸ مئی ۱۹۹۴ء مندرجہ ذیل انٹرنیشنل ٹورنامنٹس کا انعقاد کر رہی ہے۔

- ○ ○ دوسرا انٹرنیشنل طاہر کبڈی ٹورنامنٹ
- ○ ○ پہلا ناصر باسکٹ بال ٹورنامنٹ
- ○ ○ پہلا فضل عمر فٹ بال ٹورنامنٹ

تمام احباب جماعت سے ان ٹورنامنٹس کی کامیابی کے لئے درخواست دعا ہے۔ نیز جن ممالک کی نیشنل ٹیمیں ان میں حصہ لینے کی خواہش مند ہیں وہ مکرم محمد انور عابد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کو مندرجہ ذیل پتہ پر ۱۵ مارچ ۱۹۹۴ء سے قبل اطلاع دے دیں تاکہ جملہ انتظامات بخوبی کئے جا سکیں۔

پتہ:-
Handver Land Str-50
60314 Frankfurt/M

Tel. 069—44—7435
—069—44—6770
Fax. 069—44—0169